

# رمضان المبارک

{ بہاروں کا موسم }

حضرت مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری صاحب

استاذ حدیث و عمید کلیۃ الدعوة والإعلام

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ناشر

جمعیتۃ المعارف الاسلامیہ

نیور مارک، ندوہ روڈ، لکھنؤ۔ ۲۰

نام کتاب	: رمضان المبارک (بہاروں کا موسم)
مصنف	: حضرت مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری صاحب
صفحات	: ۹۶
تعداد	: ۱۰۰۰
سنہ اشاعت	: مارچ ۲۰۲۱ء
ناشر	: جمعیت المعارف الاسلامیہ، ٹیگور مارگ، شباب مارکیٹ، لکھنؤ
کمپوزنگ و طباعت	: مشہود انٹرنیٹ پرائنٹرز، ندوہ روڈ، لکھنؤ
	موبائل: 7007320007
قیمت	: 80/-

--- ﴿﴾ ملنے کے پتے ﴿﴾ ---

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

پارکھ بک ڈپو، (ندوہ روڈ) شباب مارکیٹ، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

احسان بک ڈپو، نزد شباب مارکیٹ، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



## فہرست مضامین

۹	اپنی بات
۱۲	استقبال رمضان بے زبلاں رمضان
۱۸	روزہ اور اکابر کے معمولات کی چند جھلکیاں
۲۲	دہلی اور اس کے اطراف میں رمضان کی بہار
۲۳	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور رمضان کا اہتمام
۲۴	حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اور رمضان کا اہتمام
۲۵	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور رمضان المبارک کا اہتمام
۲۸	ایک پراثر و حسب حال نظم
۳۳	بابرکت دن رحمت بھری راتیں
۳۶	رمضان المبارک: سعادت انسانیت اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار
۳۹	بہاروں کا موسم
۳۹	روزہ کا حق
۴۰	رب کے ہاتھوں انعام
۴۰	روزہ کی شفاعت

- ۴۲ سحری
- ۴۳ افطار
- ۴۳ خیر سے مراد کیا ہے؟
- ۴۳ نماز سے پہلے افطار کرنا
- ۴۴ افطار کے بعد
- ۴۵ روزے کے مسائل
- ۴۵ رمضان کی فضیلت
- ۴۶ روزہ رکھنا کس پر واجب ہوتا ہے
- ۴۷ بچہ کو روزہ کا حکم کب دیا جائے
- ۴۷ روزے کی نیت کرنا ضروری ہے
- ۴۸ سحری کی فضیلت
- ۴۹ افطار کے احکام
- ۵۰ جو عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوئی
- ۵۱ کن حالتوں میں روزہ نہیں رکھا جاسکتا
- ۵۱ وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے
- ۵۳ وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا
- ۵۷ روزے کو توڑ دینے والی چیزیں
- ۵۷ جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے
- ۶۰ جن سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں

- ۶۲ تراویح - رمضان کی اہم خصوصیت
- ۶۷ اعکاف: (فضائل و مسائل)
- ۶۸ تمہید
- ۶۸ اعکاف کی حقیقت
- ۶۹ نزول قرآن کا آغاز اور اعکاف
- ۷۰ اعکاف کی تعریف
- ۷۰ اعکاف کی تسمیہ
- ۷۱ اعکاف کی حکمت
- ۷۲ اعکاف کرنے کی جگہ
- ۷۲ اعکاف کی بھی قضا ہے
- ۷۳ اعکاف کا تذکرہ قرآن مجید میں
- ۷۳ اعکاف کا تذکرہ اور فضیلت احادیث مبارکہ میں
- ۷۶ اعکاف کی غرض و غایت
- ۷۷ اعکاف کے چند مسائل
- ۷۸ اعکاف کی حالت میں جائز کام
- ۷۸ ممنوعات و مکروہات
- ۷۹ فطری ضرورتیں
- ۷۹ مسجد کی حد

- ۸۱ با برکت رات اور خوشی کا دن
- ۸۳ عید خوشی کا دن ہے
- ۸۵ عید الفطر کا پیغام
- ۸۹ حقیقی خوشی اور مسرت عید الفطر کے تناظر میں
- ۹۳ دعائیں
- ۹۳ جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں
- ۹۳ افطار سے پہلے کی دعا
- ۹۳ افطار کی دعا
- ۹۳ جب کسی کے یہاں افطار کرے تو یہ دعا پڑھے
- ۹۵ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھیں
- ۹۵ جب احکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوں
- ۹۳ شب قدر کی دعا

## اپنی بات

انسان کو اللہ رب العزت نے کائنات کا دولہا، اشرف و معزز بنایا ہے، کرامت کا تاج اس کو عطا کیا ہے، بے شمار مادی اور معنوی نعمتوں سے نوازا ہے، کہ اگر شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے، ارشادِ باری ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (ابراہیم) (ترجمہ) اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اس کے باوجود وہ بہت محتاج ہے، اس کی احتیاج زندگی کے آخری لمحوں تک جاری رہتی ہے، کائنات کی کوئی چیز اپنے وجود میں انسان کی محتاج نہیں ہے، لیکن انسان کائنات کی ہر چیز کا کسی نہ کسی اعتبار سے محتاج ہے، اس کے باوجود وہ اشرف و معزز ہے، اللہ عز و جل کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَا هُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (بنی اسرائیل) (ترجمہ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی خشکی اور تری میں اسکو سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اسے فضیلت سے نوازا۔

انسان کے اشرف و معزز ہونے کا سبب اس کا مقصد تخلیق ہے۔

اللہ عز و جل کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

(ترجمہ) ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

یعنی کائنات میں انسان کو اللہ عز و جل نے اپنے لئے انتخاب فرمایا، یہی اس کے

عزازی کی دلیل ہے، جب کہ کائنات کی ساری چیزیں اللہ عزوجل نے انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الجماعہ)

(ترجمہ) اس نے سخر کیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا اسی سے ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے۔

عبادت کا ایک اہم مظہر روزہ ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جس کا بدلہ اجر و ثواب کی شکل میں اللہ عزوجل خود عطا فرمائیں گے، روزہ رمضان کے مہینہ میں سال میں ایک دفعہ فرض ہے، اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اس مہینے میں اللہ عزوجل نے اپنا کلام نازل فرمایا، اور انسانی زندگی سے وابستہ بہت سی آسانیاں نازل فرمائیں، روزہ کا اہتمام ایمان کی دلیل ہے: ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاِحْسَانًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ“ (بخاری) جو رمضان میں روزہ ایمانی تقاضہ اور ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

لہذا بڑے خوش نصیب بندے ہیں جو رمضان المبارک میں اجر و ثواب سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں، اور مغفرت کے طالب ہوتے ہیں، اور بد بخت و بے نصیب وہ شخص ہے جو اپنی بد بختی سے محروم رہ جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بد عادی کو وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بد عا پر آمین فرمائی، ایسے شخص کی ہلاکت میں کیا تردد ہو سکتا ہے، اس لئے حقد میں اور متاخرین علماء نے رمضان المبارک کی اہمیت و قدر و قیمت کو بیان کیا ہے، اور

اس پر اگر انقدر تصنیفات پیش کی ہیں، تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور رمضان المبارک کا جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا جائے۔ اور رمضان المبارک کے معمولات کو پوری رغبت و دلچسپی سے ادا کیا جائے۔

اسی سلسلہ کی کڑی یہ کتابچہ بھی ہے اسی مقصد سے اس کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، افادہ کی غرض سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کا ایک اہم مضمون استقبال رمضان اس میں شامل کیا گیا ہے، اور محبوب ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا تراویح کے سلسلہ میں افادات کو بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں خاصا اضافہ ہوا ہے، اور دیگر اہم موضوعات پر وہ مضامین بھی شامل اشاعت ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً تعمیر حیات میں اس موضوع پر قلمبند کیا گیا ہے، خیال ہوا کہ ان سب کو جمع کر دیا جائے تو ایک اچھی معلوماتی چیز سامنے آجائے گی۔ الحمد للہ کام مکمل ہو گیا، طباعت و کمپوزنگ کی ذمہ داری عزیز می حافظ مشہود الحسن سلمہ اللہ تعالیٰ نے قبول کی، اس کو انہوں نے بڑی محنت و توجہ سے پورا کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل سے نوازے۔

ہم اللہ رب العزت کا شکر و سپاس ادا کرتے ہیں کہ اس نے بندۂ ناچیز کو یہ توفیق عطا فرمائی۔ **فلا للہ الحمد**

محمد خالد ندوی غازی پوری

استاذ حدیث کلیۃ الشریعہ و اصول الدین

و عمید کلیۃ الدعوة و الاعلام، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

## استقبالِ رمضان بہ زبانِ رمضان

میرے دوستو! تمہیں نیا رمضان مبارک! اور خدا کی طرف سے تم پر پاک و بابرکت سلام! تمہاری یہ فرمائش گویا میرے دل کی خواہش ہے۔ پتہ نہیں کیوں خود میرا جی کچھ بات کرنے کو چاہ رہا تھا، اور ایک تقاضا تھا جو مجھے بات کرنے پر مجبور کر رہا تھا، اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے تجویز کردہ عنوان سے بہتر اور محبوب عنوان گفتگو میرے لئے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

سنہ ہجری کے دوسرے سال میں میرا آنا، پہلے سالوں سے یکسر مختلف تھا، پہلے میں سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ تھا، اپنے دوسرے بھائیوں اور رفیقوں سے کسی قسم کا امتیاز مجھے حاصل نہیں تھا، نہ کوئی خاص بات میرے اندر تھی، نہ کسی پیغام کا میں حامل تھا، اور نہ دین کے ارکان سے کوئی رکن مجھ سے متعلق تھا، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم پر مجھے حسد۔ استغفر اللہ۔ رشک ہوتا تھا، کیوں کہ یہ اَشْهُرُ حُرْمٍ (محترم مہینے) تھے، اور ان میں سے ذی الحجہ پر مجھے ایک اور خاص وجہ سے رشک آتا تھا، وہ یہ کہ وہ حج کا مہینہ تھا، مجھے وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مجھے کبھی اتنا بڑا اعزاز بخشا جائے گا، اور روزہ جیسا اہم اور مقدس پیغام کا مجھے حامل بنایا جائے گا، لیکن یہ روزہ اللہ کا فضل ہے، اور وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ بہر حال، اب سنیے!

مسلمانوں نے شعبان سے میرا انتظار کرنا شروع کیا، انہوں نے شعبان کا بھی ایک

مقدمہ بخش اور میرے بشر کی طرح استتقال کیا، شعبان ہی میں ایک دن رسول اللہ ﷺ  
منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظْلَكُمُ  
شَهْرُ رَمَضَانَ، شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ  
اللَّهُ حَيْمَامَةَ فَرِيضَةَ وَقِيَامُ لَيْلَةٍ تَطْوَعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصَلَةٍ مِنْ  
الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةَ فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةَ فِيهِ كَانَ  
كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةَ فِيمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ  
ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمَوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ﴾۔

رواه السيوطي في جامع الأحاديث وأخرج البيهقي نحوه في شعب الإيمان

ص: ۳/۳۰۵، حدیث رقم: ۳۶۰۸

”اے لوگو! رمضان کا مہینہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے، بڑا عظیم الشان مہینہ ہے، اس میں  
ایک رات ایسی ہے، جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ نے اس مہینہ کے روزے فرض کئے  
ہیں، اور رات کے قیام (تراویح) کو نفل عبادت ٹھہرایا ہے، جو شخص اس ماہ میں ایک نفل نیکی  
کرے گا، اس کا ثواب اور دنوں کے فرض کے برابر ہوگا، اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا،  
اس کا ثواب اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہوگا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت  
ہے، یہ غم خواری اور غم گساری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔“

تمام لوگ میرا چاند دیکھنے کے لیے بلند ٹیلوں اور مکانوں پر چڑھ گئے، غروب آفتاب  
کے بعد مدینہ میں کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا تھا، جو آسمان کی طرف نظر اٹھائے میری جستجو نہ  
کر رہا ہو، ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے وہ میری آمد کا مژدہ سنائے۔

پروردگار عالم نے ارادہ فرمایا کہ مجھے اب مزید تاخیر نہ ہو، لہذا اس کی طرف سے حکم  
طلوع ہوا، اور مدینہ کے اس سرے سے اس سرے تک ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی، لوگوں کی

زبانوں پر ایک نغمہ سرت جاری ہوا: ﴿هَلالٌ رُشدٌ وَخَيْرٌ، اللَّهُمَّ أُمَّةٌ عَلَيْنَا  
بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالْعُوقُوبَةِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى﴾  
سامعین کرام! مجھے اس کہنے میں معاف رکھیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کو میری  
آمد سے جو سرت ہوتی تھی، حالانکہ میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، صبر و جہاد کا مہینہ تھا، وہ  
اس سرت سے بڑھ کر ہوتی تھی جو آج عید کا چاند دیکھ کر ہوتی ہے۔ میں اس کے اسباب  
میں نہیں جاؤں گا، کیوں کہ یہ ایک طویل بات ہے، اور ویسے بھی آپ کو کڑوی لگے گی۔

(میری آمد سے) مدینہ کے لوگوں میں ایک نئی زندگی اور ایک نیا نشاط عبادت ابھر آیا،  
یہ لوگ عشا کے بعد ایک ایک، دو دو اور کلڑیاں کلڑیاں ہو کر نوافل میں مشغول ہو گئے، قرآن  
کی تلاوت کرتے اور نمازیں پڑھتے رہے، یہاں تک کہ جب رات آخر ہوئی اور سحر قریب  
ہوئی، تو رات کی باسی روٹی یا کھجور اور پانی سے، جس کو جو میسر آیا، اس نے اس سے سحری  
کھائی، پھر مساجد کی راہ لی، اور نماز فجر ادا کی۔

یہی وہ مقام ہے، جہاں وہ لوگ آج کل کے روزہ داروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں،  
آج اگر آپ میں سے کوئی، رات کو تھوڑی دیر عبادت کر لیتا ہے، اور پھر روزہ کی نیت کر لیتا  
ہے، تو وہ اپنا حق سمجھتا ہے کہ دن میں جتنا چاہے سوئے، چنانچہ آج شہر میں بہت کم ایسے  
روزے دار ملیں گے جو (روزہ رکھ کر) صبح ہی صبح اپنی دوکان یا ڈیوٹی پر جاتے ہوں، اور کم  
ایسے روزے دار ملیں گے جو سوتے یا اونگھتے نظر نہ آتے ہوں، رات کو خواہ کتنا ہی تھوڑا قیام  
کریں، مگر اس کے بدلے میں دن کا ایک خاص حصہ ضرور نیند کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم) جمہور کا حال یہ تھا کہ رات کا قیام،  
ان کے دن کے نشاط میں کوئی فرق نہیں ڈالتا تھا، وہ رمضان میں عبادت بھی کرتے تھے اور  
مشقت حیات بھی برداشت کرتے تھے، اور کبھی تو روزے کی حالت میں بھاد بھی کرتے

تھے، ان کے زمانہ میں رمضان اشیاء کی طبائع نہیں بدلتا تھا اور نہ دن کو رات بناتا تھا، وہ لٹے ان میں قوت اور نشاط کار بڑھا دیتا تھا اور کوئی وہ نیکی، جس کو لوگ پہلے سے کرتے تھے، رمضان کی آمد سے منقطع نہیں ہوتی تھی، میں آ کر اہل مدینہ کے اخلاق میں کوئی فرق نہیں پاتا تھا، مثلاً انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد سے غیرت، فحش کلامی، اور بدگوئی سے زندگی بھر کا روزہ رکھ لیا تھا، تو وہ روزوں میں بھی پاک زبان، پاک نفس اور پاک باطن رہتے تھے، ہاں! اگر فرق ہوتا تھا تو یہ ہوتا تھا کہ وہ ان دنوں میں جائز غصے کو بھی ضبط کرتے تھے، اگر من میں سے کسی کو کوئی شخص لاگی دیتا یا لڑنے کی باتیں کرتا تو اس کا جواب یہ ہوتا کہ ”میں روزہ دار ہوں“۔

میری آمد پر وہ لوگ نیکی اور غم خواری کے بھید حریص ہو گئے، یوں سمجھئے کہ ہوا سے مقابلہ کرتے تھے، ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ تھا ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ﴾۔

رواہ البخاری فی الأدب المفرد، باب حسن الخلق إذا فقهوا۔ حدیث رقم: ۲۹۲  
 ”جب رمضان آتا تو آنحضرت ﷺ امور خیر میں آمدگی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہو جاتے تھے“۔

روزہ دار کو افطار کرانے، غلاموں کو آزاد کرانے، ستم رسیدوں کی امداد کرنے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے، چنانچہ اسی وجہ سے فقراء و مساکین میرے آمد کے منتظر رہتے تھے۔

لوگوں نے اپنے مشاغل میں روزہ گزارا، لیکن اللہ سے غافل نہیں ہوئے، اور نہ بیخ و تجارت نے ان کو اللہ کی یاد اور جماعتوں کی حاضری سے غافل کیا، شام کو گھر لوٹے اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے، مساجد کا حال اس وقت یہ ہو جاتا تھا کہ اگر تم جاؤ، تو ذکر کی

بھینھناٹ کے سوا کوئی آواز نہ سن پاؤ۔

آفتاب غروب ہوا، مؤذن نے اذان دی اور میں نے دیکھا کہ سید الاولین  
والآخرین ﷺ نے ایک چھوہارے اور کچھ پانی سے افطار فرمایا، اور پھر اس پر اتنا شکر، کہ  
انواع واقسام کی افطاریوں پر بھی لوگوں کو یہ مقام شکر نصیب نہیں ہو سکتا۔ سنیے! حضور ﷺ  
فرما رہے ہیں: ﴿ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ العُرُوقُ وَنَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ﴾  
”تنگی دور ہوئی، رگیں تر ہوئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر واجب ہو گیا۔“

آپ کے اصحاب نے بھی اسی طرح چند کھجوروں اور پانی کے چند گھونٹوں سے روزہ  
کھولا، اور اللہ کی حمد کی، پھر نماز پڑھی، اور جو کچھ اللہ نے عنایت فرمایا، صرف بقدر ضرورت  
کھالیا، نہ اس میں اسراف ہوتا تھا اور نہ ناک تک پیٹ بھرتا تھا۔

مہینہ بھران کا یہی معمول رہتا تھا، نہ اس میں کوئی فرق آتا تھا، اور نہ وہ اس سے  
اکتاتے اور برداشتہ خاطر ہوتے، بلکہ ہر دن نشاط کی ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی، اور عبادت و  
نیکی کی حرص بڑھتی تھی، گویا روزوں سے ان کی روح کی غذا ملتی تھی، اور مہینے کے آخر میں ان  
کی قوت اور ان کا نشاط پہلے سے بھی بڑھا ہوا نظر آتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ بھی ایک مسلسل نشاط اور ذوق عمل سے مخمور رہتے تھے، یہاں تک کہ  
جب آخری عشرہ آتا، تو بالکل ہی کمر کس لیتے تھے، رات عبادت میں گزارتے اور اہل خانہ کو  
بھی جگاتے اور پھر اعکاف فرما لیتے تھے۔

میں جب اس دور سعادت کے روزہ داروں کا بعد کے روزہ داروں سے مقابلہ کرتا  
ہوں، تو صورت و شکل میں تو کوئی فرق نظر نہیں آتا، بلکہ بعض بعد والے زیادہ نفل پڑھتے اور  
زیادہ وقت تلاوت کرتے نظر آتے ہیں، مگر خشوع و اخلاص اور ایمان و احتساب کی کیفیات  
میں کھلا فرق محسوس کرتا ہوں، اگر سابقین کی ایک رکعت کا وزن کیا جائے، تو بعد والوں کی

بہت سی رکعتوں پر بھاری نکلے گی، کہ وہ اپنے ایمان و احتساب میں بھاری تھے۔ اور دوسرا فرق، جو میں بتلا سکتا ہوں، یہ ہے کہ ان پر روزہ اپنے بہت گہرے اخلاقی اور نفسیاتی اثرات چھوڑ کر جاتا تھا، یوں کہیے کہ ان کی طبیعتوں پر روزہ کی ایک نہ مٹنے والی چھاپ پڑ جاتی تھی، اور اگلے سال جب میں پھر لوٹ کر آتا، تو ان میں وہی عفت، وہی تقویٰ، وہی صدق و امانت، وہی رقت، وہی کریم النفسی، وہی حرص اطاعت، وہی لذات نفس سے نفرت، وہی آخرت کی فکر اور وہی دنیا سے بے رغبتی پاتا۔ الغرض ہر دوسری مرتبہ، وہ مجھے پہلے سے زیادہ پاک باطن و صاف دل ملتے تھے۔

قصہ مختصر! جب میرا وقت ختم ہو گیا اور روانگی کا دن آیا، تو انہوں نے مجھے ایک بہت ہی جگری دوست کی طرح رخصت کیا، آنسو کسی طرح تھمتے نہ تھے، اور آپیں فرار پاتی نہ تھیں، لبوں پر یہ دعا تھی کہ خدایا! یہ ملاقات آخری نہ ہو! یہ دن اس کے بعد بھی بار بار آئیں، یہ ہے میرے استقبال کی ایک ہلکی سی تصویر!

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں کی ۱۹۵۷ء میں کی گئی ریڈیائی تقریر، افادہ کی غرض سے پیش خدمت ہے۔

## روزہ اور اکابر کے معمولات کی

### چند جھلکیاں

روزہ جسم و روح دونوں کے ایک خاص ضبط و انضباط ہے، تزکیہ و معقیہ پر بیخ و احتیاط کا نام ہے، روزہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے، آپ کے سامان زندگی کے مہیا کرنے والے اور آپ کی موت و زندگی، بیماری و تندرستی ہر چیز پر قدرت رکھنے والے کے سامنے عہد کرتے ہیں کہ سارے دن آپ اپنے تئیں اپنی آنکھ اور کان، اپنے منہ اور زبان اور اپنے دل اور اپنے دماغ، اپنے ہاتھ اور اپنے پیر اپنے جسم اور جان، غرض اپنے سارے وجود کو ہر ٹیڑھی راہ سے روکے رہیں گے۔ ہر کچی اور کج روی سے باز رکھیں گے اور صرف اسی کے لئے وقف رہیں گے جو اس کا اصلی کام اس کی سیدھی راہ اس کا فطری حق اور اس کی سچی غایت ہے، زبان اگر کھلے گی تو صرف کلمہ حق پر، کان اگر سنیں گے تو صرف سچی آواز، آنکھ اگر دیکھے گی تو صرف امر حق کو دل اگر سوچے گا تو صرف سچائیوں کو، ہاتھ اور پیر اگر حرکت کریں گے تو صرف سچائی کی راہ میں، مادی زندگی کی سب سے بڑے اور طاقتور مظہر، سورج کے ڈوب جانے پر، جب آپ اس ذات کے شکر کے ساتھ جس نے آپ کو یہ توفیق دی، اپنا جائزہ لیں گے اور اپنی زندگی کی ہر شرط پوری ہوتی ہوئی پائیں گے، تو پھر دنیا کے ہر عمل اور ہر عبادت میں اس کیفیت کا ادراک ہوگا اور رضائے الہی میں آپ جذب

ہو کر سچی خوشی اور مسرت کی نشاط انگیزیوں اور طراوٹوں سے نہال ہوں گے، ایسا لطف آئے گا کہ اس کی لذت کا بدل دنیا کی کوئی چیز پیش نہیں کر سکتی، لیکن اگر روزہ رکھنے کے باوجود آپ کی اندرونی زندگی میں کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ نفسانی خواہشات کا تسلسل آپ کو اب بھی جکڑے ہوئے ہے، غصہ کی فراوانی، دوسروں کی عیب چینی میں آپ کا وقت گذر رہا ہے تو پھر ایسا ہی ہے کہ ایک شخص قند اور دودھ کا نفیس شربت تیار کرتا ہے مگر اس میں کچھ کھیاں بھی پیس کر ملا دیتا ہے، آپ ایسے شخص کی کیفیت دماغی کی بابت کیا رائے قائم کریں گے، ایک شخص لذیذ سے لذیذ اور بہتر سے بہتر کھانا تیار کر کے، خوان لگا کر لاتا ہے لیکن اس میں ایک جز غلاظت کا بھی ملا دیتا ہے، آپ اس بدنصیب کی عقل و فہم پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں، یقین فرمائیے کہ اس سے کہیں زیادہ موجب و ناسف و مستحق ماتم اس بے عقل و بدنصیب کی حالت ہے جو روزہ رکھ کر بھی غصہ کر کر کے، عیب چینی میں مصروف رہ رہ کے نفسانی خواہشوں کے منصوبوں میں جتلا رہ رہ کے، روزہ کی نعمتوں اور

راحتوں کو اپنے ہاتھوں غارت کرتا رہتا ہے۔ (تفسیر ماجدی ۱۰۲-۱۰۴)

ایسے شخص کے لئے نہ روزہ کا لطف ہے نہ افطار کی فرحتیں اور نہ سحری کی لطافتیں، وہ ایک بھوکا ہے جو کھا لیتا ہے، ایک پیاسا ہے جو تشنگی دور کرنے کے لئے دو چار گلاس پی لیتا ہے، اس کے لئے روزہ بارہے، فقر و فاقہ کی ایک علامت ہے بھوک و تشنگی کی ایک سزا ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ وہ خلق اللہ کو راحت و سرور کی انتہائی منزل تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے، اس نے جن جن کراپنے نظام و آئین میں وہی باتیں رکھی ہیں، جو روح کی فطری صلاحیت کو بڑھائیں، اور گندگی اور کثافت میں آلودہ ہونے سے اسے محفوظ رکھیں، ان سب تدبیروں میں سے اہم تدبیر روزہ ہے۔ روزہ کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ انسان کچھ دیر کے لئے تمام اہم لذات مادی کی طرف سے بے توجہ ہو کر روح کو اپنی

صفائی و پاکیزگی کی جانب متوجہ ہونے کا موقع دے۔ (ملخص از تفسیر ماجدی)  
 اللہ رب العزت کے نیک و صالح بندے اس اہم فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے  
 رمضان المبارک میں کیسے نشیپا رہتے تھے اور کس قدر ریاضت و مجاہد کرتے تھے، اس کا  
 اندازہ اکابر کی سیرت کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

عارفین عشاق اور عالی ہمت خاصان خدا کی بھی دلی مراد برآنے کا وہ موسم اور ان  
 کا محبوب ترین مہینہ ہے، جس کے لیے وہ سال بھر دن گنتے رہتے ہیں۔ اولیائے  
 متقدمین کا ذکر نہیں، بعض قریب الجہد بزرگوں کے متعلق سنا گیا ہے کہ عید کا چاند دیکھتے  
 ہیں آنے والے رمضان کا انتظار شروع ہو جاتا تھا۔ رمضان المبارک آتے ہی ان میں  
 ایک نیا جوش و ولولہ، اور ایک نئی نشاط و امنگ پیدا ہو جاتی تھی، اور وہ کبھی زبان حال سے  
 یوں گویا ہوتے تھے۔

هذا الذي كانت الأيام تنتظر

فليوف لله أقوام بما نذروا

(یہ وہ دولت ہے جس کا زمانہ کو انتظار تھا، اب وقت آ گیا ہے کہ نذر ماننے والے اپنی

نذریں پوری کریں۔)

اور کبھی کیف و سرور میں آ کر یوں گنگنانے لگتے تھے۔

پلا ساقیا وہ مئے دل فروز  
 کہ آتی نہیں فصل گل روز روز

رمضان المبارک کے آتے ہی دینی و روحانی مرکزوں اور خانقاہوں کی فضا بدل جاتی  
 تھی، ان لوگوں کے علاوہ جو وہاں مستقل طور پر قیام پذیر ہوتے تھے، شیخ و مرشد سے بیعت  
 و عقیدت کا تعلق رکھنے والے دور دور سے اس طرح کھنچ کھنچ کر آ جاتے تھے، جیسے آہن

پارے مقناطیس کی طرف، اور پروانے شمع کی طرف آجاتے ہیں، یہ روحانی مرکز ذکر و تلاوت، اور نوافل و عبادات سے اس طرح معمور ہو جاتے کہ گویا دن میں اس کے سوا کوئی کام، اور رمضان کے بعد پھر کوئی رمضان آنے والا نہیں، ہر شخص دوسرے شخص سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا، اور رمضان کے ہر دن کو صرف رمضان ہی کا نہیں، اپنی زندگی کا آخری دن سمجھتا، اور خواجہ میر درد کے اس شعر کی سچی تصویر اور عملی تفسیر بن جاتا۔

ساقیاں لگ رہا ہے چل چلاؤ  
جس قدر بس چل سکے ساغر چلے

جو خدا کا بندہ تھوڑی دیر کے لیے بھی اس ماحول میں آجاتا، وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی، بلکہ سرگرمی، پست ہمتوں میں عالی ہمتی اور اولوالعزمی بلکہ مردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہو جاتی۔ بجلی کا ایک کرنٹ تھا، جو دلوں سے دلوں کی طرف پہنچ جاتا، اور مردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کر دیتا۔ جو شخص اس روحانی و ملکوتی فضا کو دیکھتا، اس کا قلب شہادت دیتا کہ جب تک خدا طلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے، اور دین و روحانیت کی شمع کے پروانوں کا جھوم ہے، اور ہر قسم کے دنیوی اغراض اور نفس پرستی و دنیا طلبی سے بالاتر ہو کر، خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لیے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں، دنیا تباہ نہ ہوگی، اور زندگی کی اس بساط کو تہہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت سب اختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہو جاتا تھا۔

از صد سخن حیرم یک نکتہ مرایا داست

عالم نشود ویراں تا مکیدہ آباد است

”اپنے مرشد کی سوابتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اس وقت

تک ویراں نہیں ہوگا جب تک کہ میکدہ قائم ہے، یعنی میکدہ معرفت قائم ہے۔“

دہلی اور اس کے اطراف میں رمضان کی بہار

افسوس ہے کہ آٹھویں صدی میں سلطان المشائخ محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ غیاث پور (دہلی) اور تیرہویں صدی میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”خانقاہ مظہریہ“ واقع چتلی قبر (دہلی) کے رمضان المبارک کا آنکھوں دیکھا حال کسی مؤرخ نے نہیں لکھا، اور وہاں ذکر و تلاوت کی سرگرمی، شب بیداری، اور وہاں کا نظام الاوقات کسی کتاب میں تفصیل سے نہیں ملتا، لیکن ”فوائد الفوائد“ سیر الألیا“ اور ”در المعارف“ میں اس کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں، جو شخص ان خانقاہوں کے شب و روز، اور ان مشائخ کے ذوق و شوق اور ساز و سوز سے واقف ہے، وہ ان نقطوں سے پوری تحریر اور ان نامکمل خطوط سے پوری تصویر تیار کر سکتا ہے کہ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن جن خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کے حصے میں ان خانقاہوں کی وراثت، اور جن علما و مشائخ کے حصے میں ان بزرگان سلف اور مشائخ پیشین کی نیابت و خلافت آئی، انہوں نے ان مناظر کو تازہ اور زندہ کر دیا، اور تاریخ نے ان کے عہد میں اپنے آپ کو ہر ادیا۔

وہ لوگ تو خال خال ہوں گے، جنہوں نے گنگوہ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں رمضان کی بہار دیکھی ہے، لیکن وہ لوگ بکثرت موجود ہیں جنہوں نے گنگوہ کے دور کے بعد شیخ وقت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں رائے پور میں، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تھانہ بھون میں رمضان کی بہار دیکھی، اور جس وقت وہ اس زمانے کو یاد کرتے ہیں ان کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے۔

## حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور رمضان کا اہتمام

ہمارے علم میں اس اخیر دور میں جس نے اسلاف کی اس سنت دیرینہ کو زندہ کیا، اور اس کو نئی آب و تاب بخشی، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات تھی، انہوں نے اپنے مخصوص طالبین و مخلصین کی درخواست پر کسی ایک جگہ قیام کر کے رمضان المبارک کے گزارنے کا معمول بنالیا، اور اطراف و اکناف، بلکہ ملک کے دور دراز گوشوں سے، منتسبین اور ارادت مند پروانہ وارجح ہونے لگے۔ حضرت نے ایک عرصہ تک سلہٹ میں رمضان المبارک گزارا پھر کئی سال بانس کنڈی (بجگال) میں رمضان گزارا، ایک دو سال اپنے وطن مالوف ”الہ داد پورہ“ متصل تاندہ ضلع فیض آباد، خاص اپنے دولت خانہ پر رمضان المبارک گزارا، ان سب مقامات پر سیکڑوں کی تعداد میں مریدین و خدام، اور اس ماہ مبارک کے قدر وال جمع ہوتے، جو آپ کے مہمان ہوتے، آپ ہی ان مقامات پر قرآن شریف سناتے، لوگ ذکر و تفل، تلاوت و عبادات میں پوری سرگرمی و عالی ہمتی سے مشغول رہتے، خدام کو بڑی کیفیات و ترقیات محسوس ہوتیں، اور وہ عرصہ تک مزے لے لے کر ان پر کیف و پر سرور ساعتوں کا ذکر کرتے۔

اگر اللہ کو منظور ہوتا اور مولانا کی زندگی وفا کرتی، تو غالباً ”الہ داد پورہ“ میں یہ مبارک سلسلہ جاری رہتا، اور خدا جانے کتنے بندگان خدا اپنی مراد کو پہنچتے، اور تربیت و تکمیل کے مدارج سے گزرتے، لیکن مولانا کی وفات (یوم جمعرات ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ء مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء) نے اس سلسلہ کو منقطع کر دیا، اور لوگ کف افسوس لہتے رہ گئے۔

## حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اور رمضان کا اہتمام

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی رمضان کا غیر معمولی اہتمام تھا، رمضان مبارک میں خاص بہار ہوتی، لوگ بہت پہلے سے اس کے منظر ہوتے اور تیاریاں کرتے، ملازمین چھٹیاں لے کر آتے، مدارس دینیہ کے اساتذہ اس موقع کو غنیمت جان کر اہتمام سے آتے، علماء و حفاظ کی خاصی تعداد جمع ہو جاتی، تقسیم سے پہلے مشرقی پنجاب کے اہل تعلق و خدام اور وہاں کے مدارس کے علماء کی تعداد غالب ہوتی، شعبان کی آخری تاریخوں میں رمضان گزارنے کے لیے رائے پور آ جاتے، اور پھر یکسوئی و انہماک کے ساتھ، دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر، دنیا سے الگ تھلگ اس گاؤں میں، جس کو شہر سے ملانے والی کوئی پختہ سڑک بھی ہیں، اور نہ کوئی ریلوے اسٹیشن قریب ہے، اس مبارک مہینہ کو وصول کرنے میں مشغول ہو جاتے، اور غنیمت کی نماز پڑھ کر ہی یہاں سے تشریف لے جاتے۔ اہل رائے پور اور اطراف کے اہل تعلق اولوالعزمی اور عالی بہتتی سے مہمانوں اور مقیمین خانقاہ کے افطار، طعام و سحر کا انتظام کرتے، رمضان مبارک میں اپنے شیخ کی اتباع میں جلسیں سب ختم ہو جاتیں، باتوں کے لیے کوئی خاص وقت نہ تھا، ڈاک بھی بند رہتی، تجلیہ نماز کے وقت کے علاوہ تقریباً ۲۴ گھنٹے کسی ایسے شخص کے آنے سے گرانی ہوتی جس کے لیے وقت صرف کرنا پڑتا، افطار عیالات سے پوچھ کر جمع کے ساتھ ہوتا، جس میں کھجور اور زحرم کا خاص اہتمام ہوتا، مغرب کے متصل کھانا عیالات سے پہلے جمع کے ساتھ، اس کے بعد چائے عشاء کی اذان تک۔ یہی وقت ۲۴ گھنٹے میں مجلس کا تھا، اذان کے بعد نماز کی تیاری، اس درمیان میں حضرات علماء جن کا مجمع اگلی صوف میں رہتا، بعض اہم اہم سوالات کرتے اور حضرات ان کا جواب دیتے، عشاء کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ نشست اور کبھی لیٹ جاتے،

خدام بدن دبا نا شروع کرتے، مسجد و خانقاہ میں تراویح ہوتی، مسجد میں بھی قرآن مجید ہوتا اور خانقاہ میں بھی۔

یوں تو حفاظ کی کثرت ہوتی، مگر حضرت اچھے پڑھنے والے بہتر حافظ کو پسند کرتے، حضرت نے ایک سال ۱۹۵۳ء میں مسوری پر رمضان مبارک کیا، ۵۰-۶۰ خدام ساتھ تھے، مولوی عبدالمنان صاحب نے قرآن مجید سنایا، تراویح کے بعد حضرت کے تشریف رکھنے اور مجلس کا معمول تھا، طبیعت میں بڑی شکستگی اور انبساط تھا، متعدد رات بیدار اور مشغول رہتے، غرض دن اور رات ایک کیف محسوس ہوتا تھا، ضعفاء و کم ہمت بھی سمجھتے تھے کہ:

مے خانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

رائے پور کے علاوہ بیٹ ہاؤس (سہارن پور) صوفی عبدالحمید صاحب (سابق وزیر پنجاب) کی کوٹھی واقع جیل روڈ (لاہور)، گھوڑا گلی، کوہ مری، پاکستان، اور مسجد خالصہ کالج (لائل پور) میں بھی اس دھوم کے ساتھ رمضان گزرے، کہ کئی کئی سو خدام اور اہل تعلق کا مجمع تھا، اور ذکر و تلاوت اور مجاہدہ کا زور و شور۔

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور رمضان المبارک کا اہتمام اس سنت کا تسلسل و استمرار، بلکہ اس کی ترقی و توسیع، اس شخصیت کے حصہ میں آئی، جس کے ہاتھوں سے اپنے اسلاف و شیوخ اور اساتذہ و مریدوں کے بہت سے کارناموں کی حفاظت، بہت سی تصنیفات کی اشاعت اور بہت سی تمام چیزوں کی تکمیل مقدر ہو چکی تھی، یوں تو رمضان کا اہتمام، اس میں تلاوت و عبادت کا انہماک، انقطاع و یکسوئی، اہل قلوب اور اہل معرفت کا ہر دور میں خصوصی شعار رہا ہے، لیکن شیخ کے یہاں اس بارے میں رمضان کی مشغولیت اور یکسوئی اور انقطاع کی جو کیفیت نظر آتی تھی، اس کے سمجھنے کے لیے

ایک واقعہ جو لطیفہ کی حیثیت رکھتا ہے، مدد دے گا۔

شیخ کے یہاں رمضان میں ملاقات تو ملاقات، بات کرنے کی بھی فرصت نہیں تھی، اور جب کہ روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرنے اور احتیاطاً کچھ زیادہ پڑھنے کا معمول تھا، (کہ مبادا تیس کا چاند ہو جائے) تو یوں بھی تواضع اور خاطر داری میں گفتگو و ملاقات کی فرصت ملنی مشکل تھی، حکیم طیب صاحب رام پوری مرحوم کے حضرت شیخ سے خاندانی تعلقات و عزیز داری تھی، اور حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب سے تعلق کی بناء پر، جو اس سلسلہ کے مشائخ میں تھے، حضرت شیخ اور اس سلسلہ کے سب بزرگ ان کا خاص لحاظ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ رمضان المبارک میں شیخ کے یہاں آگئے، جب بھی انہوں نے ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا تو خدام نے کہا کہ یہ وقت حضرت شیخ کی مصروفیت کا ہے، اس وقت بات کرنے کی فرصت نہیں، جب ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے شیخ سے کہا: ”بھائی جی! السلام علیکم، بات نہیں کرتا، صرف ایک فقرہ کہوں گا، رمضان اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں بھی آتا ہے، مگر یوں بخار کی طرح کبھی نہیں آتا، السلام علیکم جا رہا ہوں۔“

رمضان المبارک میں شیخ کا نظام الاوقات بہت بدل جاتا، سرگرمی، جفاکشی، بلند

ہمتی، ذوق عبادت و تلاوت اور یکسوئی و انتہائی اچھے تھلا عروج پر ہوتا۔

حضرت مولانا علی میاں فرماتے ہیں کہ ۱۳۶۶ھ/۱۹۳۶ء میں ایک مرتبہ پورا رمضان ساتھ گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی، نظام الدین میں قیام تھا، اور شیخ کی خصوصی شفقت و تعلق کی وجہ سے، بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، پورے مہینہ کا احکاف تھا، روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرنے کا التزام تھا، قدرے اضافہ کے ساتھ، (تاکہ اگر ۲۹ کا چاند ہو جائے تو تیس قرآن مجید ختم کرنے کے معمول میں فرق نہ آئے) نظام الاوقات یہ رہتا تھا کہ افطار صرف ایک مدنی کھجور سے، پھر ایک پیالی چائے اور ایک بیڑہ پان۔ نماز مغرب

کے بعد اوائلین شروع فرمادیتے، جن میں کئی پارے پڑھتے، اوائلین سے فراغت کے بعد، اور عشاء کی نماز سے پیشتر ایک خصوصی مجلس ہوتی، جس میں خاص عزیز و خدام شریک رہتے، عشاء اور تراویح کے بعد پھر مجلس ہوتی، جس میں ہلکی سی افطاری عموماً امرود یا کیلا کا کچا لویا کچھ پھلکیاں برے وغیرہ، لیکن قلیل مقدار میں، کھانے کا اس وقت بھی ذکر نہیں، یہ گرمیوں کا زمانہ تھا، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھنے پکے عادی تھے، اس لیے تراویح میں بہت دیر ہو جاتی، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مجلس میں بیٹھ کر حاضرین مجلس تو آرام کرنے چلے جاتے، شیخ نوافل میں مشغول ہو جاتے، سونے کا ایک منٹ کے لیے بھی معمول نہ تھا، اخیر وقت میں سحر کھاتے اور چوبیس گھنٹے میں یہی کھانے کا وقت تھا، نماز فجر اول وقت ہو جاتی، نماز کے بعد آرام فرماتے اور دن نکلنے کے بعد بیدار ہوتے، چوبیس گھنٹے میں یہی سونے کا وقت تھا، پھر دن بھر قرآن مجید ہی کا دور رہتا، یہی رمضان کا سب سے بڑا معمول تھا، جو کچھ وقت ملتا، قرآن مجید کے دور میں گزرتا اور رمضان کی اسی مشغولیت اور علوئے ہمت میں صحت کے تنزل کے باوجود اور ترقی ہی ہوتی چلی گئی۔

۱۳۸۵ھ سے شیخ نے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں رمضان گزارنا شروع کیا، ہر سال مجمع بڑھتا چلا گیا، ۱۳۸۵ھ میں چالیس نفر معکف تھے، اخیر میں دو سو تک تعداد پہنچ گئی، ۱۳۸۶ھ میں دو سو سے معکفین کی تعداد شروع ہوئی، ۱۳۸۷ھ میں خیمے لگانے پڑے، طلبہ کے جو حجرے خالی تھے ان میں مہمانوں کو ٹھہرایا گیا، ۱۳۹۲ھ کا رمضان سہارنپور میں گزارا، دارالطلبہ جدید کی مسجد دو منزلہ ہو گئی تھی، مگر وہ بھی معکفین کے لیے کافی نہ ہوئی، مہمانوں کے لیے دارالطلبہ کے حجرے خالی کرائے گئے، شروع رمضان میں ۸-۹ سو کا اندازہ تھا، اخیر رمضان میں مولوی نصیر الدین صاحب نے بتایا کہ آج اٹھارہ سو مہمان ہیں، عشرہ اولیٰ کے ختم ہی پر مہمان ایک ہزار تک پہنچ گئے تھے، ۲۷-۲۸ رمضان تک تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی۔

نظام الاوقات یہ تھا: اربعے تقریباً ایک گھنٹہ وعظ، ظہر کے بعد عصر تک ختم خواجگان اور ذکر بالجہر، عصر کے بعد اُکمال اشیم اور ارشاد الملوک، مغرب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ نوافل اور طعام، اس کے بعد عشاء کی اذان تک نو وارد آنے والوں اور مقیمین سے ملاقات، عید کے بعد بھی دار جدید کی مسجد میں کئی دن قیام کرنا پڑا، اس لیے کہ مجمع بہت زیادہ تھا، شیخ نے یکم شوال ۱۳۹۳ھ کے بارے میں لکھا: ”میں تو آج رخصتی مصافحوں سے سمجھا تھا کہ مہمان سو پچاس ہی رہ گئے ہوں گے، مگر ابھی تو آج اور کل کے ٹھہرنے والے بھی پانچ سو کے قریب ہیں۔“

سہارن پور کے رمضان کے زمانہ میں اگرچہ مقیمین پورے انہماک و یکسوئی کے ساتھ (إلا ما شاء اللہ) تلاوت و نوافل اور رمضان کے خصوصی معمولات میں منہمک رہتے، شیخ بار بار فرماتے: ”جتنی جی چاہے ساتھی سوائیں اور کھائیں، لیکن باتیں نہ کریں کہ سب سے زیادہ مضر یہی ہے۔“ لیکن شیخ کو پھر بھی اطمینان نہیں ہوتا تھا کہ رمضان کے اوقات پوری طرح وصول کیے جا رہے ہیں یا اس میں کوتاہی ہے، کبھی کبھی شیخ اس کو ازراہ تواضع و احتساب نفس میلے سے تعبیر فرماتے، ۲۴ فروری ۱۹۷۷ء کے ایک مکتوب میں جو راقم المسطور کے نام ہے، تحریر فرماتے ہیں:

اپنے یہاں کے جہوم کے متعلق آپ کو بھی معلوم ہوگا، کہ میں کئی سال سے مولوی منور، مفتی محمود وغیرہ خصوصی اصحاب سے بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ اس میلہ سے جو رمضان میں یہاں لگتا ہے، فائدہ زیادہ ہے یا نقصان؟

ایک پراثر و حسب حال نظم

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا محمد ثانی مرحوم کی وہ نظم درج کر دی جائے، جس میں رمضان المبارک کو وداع کہتے ہوئے یہ تاریخی اشعار کہے گئے ہیں۔

رحمت حق آئی قسمت در چلے  
 نعمتوں سے گویا بھرنے خوش نصیب  
 داپے در برسم رحمت کے تمام  
 گلشن رحمت کی ہر دم سیر کی  
 رہ گئے محروم ہم ہی کم نصیب  
 ”شیخ کی مانند اس کی برسم میں  
 قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کر سکے  
 ہائے رے حسرت نصیبی، دائے غم  
 نور سستا، چاندنی پھکی پڑی  
 ماہ رحمت کے شب و روز و سحر  
 تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی  
 الفراق اے ماہِ رمضان الفراق  
 آئے رحمت کو لیے ہر سال تو  
 ایک جمونکا تیری رحمت کا ادھر  
 ہوں نہ ہوں یہ لطف کون پھر نصیب  
 اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی

سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے  
 زاہدان باصفا بڑھ کر چلے  
 لٹل درد و سوز کھنچ کھنچ کر چلے  
 اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے  
 جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے  
 چشم تر آئے تھے دامن تر چلے“  
 بوجھ عصیاں کا لیے سر پر چلے  
 ”کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے“  
 سر چھپانے کو منہ و اختر چلے  
 ہر طرف تم نور برسا کر چلے  
 تم چلے ارمان سارے مر چلے  
 زخم دل پر کیا لگے نشتر چلے  
 تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے  
 بہرِ الطاف، اے کرم گستر! چلے  
 اور دور بادۂ کوثر چلے  
 جانے کب در بند ساقی کر چلے

ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ  
 جب تک بس چل سکے ساغر چلے

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک جگہ لکھا ہے۔

”حضرت نظام الدین اولیاً اتم الصوم تھے، حضرت عبدالقادر جیلانی اپنی عمر کے ساہا سال روزہ رکھ کر گزارے، حضرت جنید بغدادی کا مقولہ مشہور ہے کہ مجھے جو کچھ ملا سب بھوک و گرسلی ہی کے طفیل سے ملا، حضرت مولانا روم کا عمل خود انہیں کی اس تعلیم پر تھا کہ منزل حق کی جتنی راہیں کھلتی ہیں، سب بھوک و پیاس سے، ہر سلسلے کے جتنے مقدس بزرگ اور مستند صوفی گذرے ہیں سب کا عمل یہی رہا ہے اور تعلیم بھی یہی، حضرت رشید احمد گنگوہی کی ریاضت کا عالم یہ تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا، عمر شریف جب ستر سال سے تجاوز ہو گئی تھی، تو کثرت عبادت کا عالم یہ تھا کہ دن بھر روزہ بعد نماز مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت اوایین پڑھا کرتے تھے جس میں تحمینا دو پارے قرآن مجید سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی، رکوع سجدہ اتنا طویل فرماتے کہ دیکھنے والوں کو سہوا گمان ہونے لگتا، مکان تک جانے کھانا کھانے کے لئے مکان پر شہرنے کی مدت میں کئی پارے کلام مجید ختم کرتے تھے، رمضان المبارک میں ڈھائی بجے ضرور اٹھ جاتے تھے بلکہ بعض دفعہ خدام نے آپ کو ایک بجے وضو کرتے پایا، ڈھائی تین گھنٹے تہجد میں گزارتے، نماز فجر کے بعد بھی ساڑھے آٹھ بجے دن تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، پھر اشراق پڑھتے اور چند ساعت استراحت فرماتے چاشت کی نماز کے بعد قیلولہ فرماتے، ظہر تا عصر کلام پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ یوں تو رمضان المبارک میں آپ کے معمولات میں خاصا اضافہ ہو جاتا تھا مگر تلاوت کلام پاک کا شغل خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھ جاتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی گھنگونہ فرماتے۔ نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تحمینا نصف ختم قرآن پاک آپ کا یومیہ معمول تھا جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا، آپ حاضرین سے فرمادیتے کہ اب مجلس متوقف رہیں گی، اس مجاہدہ پر غذا کی حالت یہ تھی کہ کمال رمضان بھر کی خوراک

پانچ سیراناج سے زیادہ تھی۔

سیدالانف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مدنی کے معمولات حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے امداد اللہ مشاق میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ”تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ یہ فقیر اکثر راتوں کو نہیں سویا، خصوصاً رمضان شریف میں، مغرب بعد ہی سے حفاظ سے آپ سننے لگتے تھے، چنانچہ دو حافظ سوا سوا پارہ عشاء تک سنا تے تھے، بعد عشاء دو حافظ اور سنا تے تھے، اس کے بعد ایک حافظ نصف شب تک، اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ غرض یہ کہ تمام رات اسی میں گذر جاتی تھی، سوانح یوسفی میں ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب ہمیشہ رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، میوات کی بکثرت جماعتیں اس ماہ مبارک میں مرکز آتھی تھیں، نیز اس مہینہ میں مختلف علاقوں میں جماعتیں نکلتی تھیں، خود مرکز میں مقامی کام بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مشائخ کاندھلوی کے معمول میں لکھتے ہیں:

”رمضان المبارک میں تمام رات عبادت میں گزارتے اور ایک لمحے کے لئے نہ سوتے تھے، اور نہ بستر پر لیٹتے تھے، روز حشر کے خوف سے ہر وقت آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے، حضرت مولانا زکریا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ”میں رات میں بلبلا کر روتے ہوتے پچکیاں مار کر روتے ہوئے جیسے کوئی بچہ کتب میں پٹ رہا ہو حضرت شیخ الاسلام اور اپنے والد (مولانا نجی) کو دیکھا حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تو روتے ہوئے مندی کے دوہے بھی بہت پڑھا کرتے تھے، حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں بھی ظہر کے بعد کیواڑ بند ہو جاتے تھے تو بعض اوقات گریہ اور پچکیوں کی آواز سردی تک آتی تھی۔

اکابر کے معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا

جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان کو کہہ دیا جائے، بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے کہ ہر لائق اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔

رمضان المبارک میں ہمت کر کے کسی بزرگ کی خدمت میں ایک دو عشرہ گزارنے سے عبادت و ریاضت کا صحیح لطف پیدا ہوتا ہے چنانچہ حضرت شیخ مدنی شیخ مولانا محمد زکریا اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کی زندگی میں ہزاروں تشنگان معرفت جوق در جوق ان معرفت کی سبیلوں تک پہنچتے تھے اور بقدر ظرف نہال ہوتے تھے، آج بھی تکیہ رائے بریلی، تھورا بانہ اور الہ آباد میں یہ منظر دیدنی ہوتا ہے معرفت کی سلسیل رواں ہوتی ہے اور روحانیت کی شمیم فضاؤں میں بسی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ انہیں کی شان کو زیہانہوت کی دراشت ہے انہی کا کام ہے وہی مراسم کی نگہبان رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں۔

پھریں دریا میں نہ کپڑوں کو لگے پانی  
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا حرہ آئے  
اور آئیں اپنی خلوت میں تو ساکت ہو سجدانی

## بابرکت دن رحمت بھری راتیں

رمضان المبارک اسلام کا تیسرا رکن اور روحانی رحمتوں کے نزول کا وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ عزوجل نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ابدی اور سرمدی ہدایت نامہ قرآن پاک نازل فرمایا، جس کا تعارف کرتے ہوئے اس معبود برحق کا ارشاد ہے کہ ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ”یہ وہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے تو تم اس کتاب کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر خدا کی رحمت نازل ہو“۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ”یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے بابرکت ہے اور سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے“۔ ایک جگہ ارشاد ہے ﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ﴾ ”یہ وہ مبارک ذکر ہے جس کو ہم نے اتارا ہے تو کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو“۔ اس مہینہ کی کس مبارک شب میں یہ نازل ہوا؟ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ☆ لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ ”بیشک ہم نے اس کتاب کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے اور وہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے“۔

ان آیتوں سے یہ ثابت ہوتا کہ ہے رمضان المبارک کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن پاک سب سے پہلی بار دنیا میں نازل ہوا اور پیغمبر امی علیہ السلام کو عالم کی رہنمائی اور انسانوں کی دیکھری کے لئے دستور نامہ الہی کا سب سے پہلا صفحہ عنایت کیا گیا۔ قرآن کا

حامل اور اس وحی الہی کا مہبط ان دنوں ایک عمار کے کونے میں یکہ وتہا بھوکا پیاسا سر بہ زانو تھا، اس بناء پر اس ماہ مقدس میں بھوکا پیاسا رہنا (روزہ رکھنا) کسی عبادت گاہ میں تنہا رہنا (اعتراف کرنا) نزول وحی کی رات میں (لیلۃ القدر) بیدار دوسرے بچہ دہنا تمام بیرون محمدی کے لئے ضروری اسوہ قرار پایا، ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ ”اگر تم خدا کو پیار کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تمہیں پیار کرے گا“۔

رمضان المبارک کی سب سے اہم عبادت روزہ ہے، آنحضرت ﷺ جب تک بقید حیات تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہ مہینہ ہمیشہ روزہ میں گزارا اور آج تک کل امت محمدیہ پوری دنیا میں اسی مہینہ کو ماہ صیام مانتی ہے اور پورے مہینے بھر حسب توفیق روزہ رکھتی ہے، قرآن مجید میں روزہ کی تحدید و فرضیت نہایت بلاغت کے ساتھ تدریجی طور سے کی گئی ہے تاکہ نفس انسانی آہستہ آہستہ اس اہم ذمہ داری کو اٹھانے کے قابل ہو، لہذا زمانے کی تخصیص کے بغیر فرمایا گیا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ”اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے“، اس کے بعد یہ تسلی بھی دی گئی کہ تم پر اکیلے ہی فرض نہیں کیا گیا، ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ”جیسا کہ تم سے پہلی قوموں پر بھی فرض کیا گیا“، اب بھی مدت نہیں بتائی گئی، اس بعد فرمایا گیا ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ﴾ ”چند گئے ہوئے دن“، اس کے بعد روزہ کے گئے ہوئے دنوں کی تعیین کی جاتی ہے کہ وہ ایک مہینہ ہے اور جس کو ہلکا کر کے دکھانے کے لئے فرمایا گیا تھا کہ ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ﴾ چند گئے ہوئے دن، ظاہر ہے سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں انتیس اور تیس دن کے روزے چند گنتی کے دن تو ہیں ہی، بہر حال رمضان کو ماہ صیام قرار دینے سے پہلے اس مہینے کی عظمت و اہمیت بتائی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ ”وہ رمضان کا مہینہ جس

میں قرآن اتارا گیا، اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل کی تمیز کی دلیلیں ہیں، اب وہ مناسب موقع آیا جس میں فرمایا جائے کہ ان چند دنوں کے روزے اسی رمضان میں ہیں جس کی عظمت یہ ہے کہ تم پر فرض کئے گئے ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ”تو جو اس مہینہ کو پاوے تو اس مہینہ بھر روزہ رکھے“۔

یہ روزہ اسوہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صرف پیروی ہی نہیں بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان احساس کا جو اس نے اپنے پیغمبر صادق کے ذریعہ انسانوں پر کیا شکر یہ ہے، اور اس کی احسان شناسی کا احساس ہے، وہ کتاب الہی وہ تعلیم ربانی وہ ہدایت روحانی جو ان ایام میں انسانوں کو عنایت ہوئی جس نے ان کو شیطان سے فرشتہ اور ظلمانی سے نورانی بنایا، پستی و ذلت کے عمیق غار سے نکال کر ان کو اوج کمال تک پہنچایا، ان کی وحشت کو تہذیب و اخلاق سے ان کی جہالت کو علم و معرفت سے ان کی نادانی کو حکمت و دانائی سے اور ان کی تاریکی کو بصیرت و روشنی سے بدل دیا، جس نے ان کی قسمتوں کے پانسے پلٹ دیے، اور فضل و دولت اور خیر و برکت کے خزانوں سے ان کے کاشانوں کو معمور کر دیا، جس نے ذرہ بے مقدار کو آفتاب اور مشیت خاک کو ہمدوش ثریا بنا دیا، قرآن پاک اپنے ان الفاظ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے ﴿وَلْيَذَكِّرُوا وَلِلّٰهِ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَّلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ”اور یہ رمضان کا روزہ اس لئے فرض ہوا تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور تاکہ تم اس کا شکر یہ ادا کرو“۔

اس ہدایت ربانی و کتاب الہی کے عطیہ پر شکر گزاری کا یہ رمز و اشارہ ہے کہ اس مہینے کی راتوں میں مسلمان اس پوری کتاب کو نماز تراویح میں پڑھتے اور سنتے ہیں اور اس مہینے کے خاتمے پر اللہ اکبر کا ترانہ بلند کرتے ہوئے عید گاہوں میں جاتے ہیں اور خوشی و مسرت کے ولولوں کے ساتھ عید گاہ میں دو گانہ (شکرانہ) ادا کرتے ہیں۔

## رمضان المبارک

سعادت انسانیہ اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار

رمضان المبارک کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے ہماری ہدایت کے لئے اپنا آخری کلام نازل کیا۔ یہ وہ احسان عظیم ہے جو اللہ رب العزت نے اس امت پر کیا ہے جس سے امت مسلمہ کی زندگی، عظمت، ترقی، غلبہ و تسلط دنیا اور آخرت کی کامیابی وابستہ ہے۔ وہ رضائے الہی کی شاہ کلید ہے جو زندگی کے سارے مسائل کا حل ہے، وہ کلام الہی ہے جسے پڑھنے والے کو ایک گونہ ذات الہی سے اتصال و قرب حاصل ہو جاتا ہے، اس کا فیض روح کو بالیدگی اور ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔

یہ ماہ مقدس حقیقت میں اس سعادت انسانیہ اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار ہے جس کا دروازہ قرآن حکیم کے نزول سے کھلا اور خدا اور اس کے رسول کے درمیان وصل و محبت کے راز و نیاز شروع ہوئے۔ مادی زندگی اور روحانی زندگی سے قرب و اتصال کا یہ وہ بہترین موسم ہے جس میں شمیم روحانیت کی عطر بیزی سے گلی کو چھ معطر ہو جاتے ہیں اور بندگی میں ایسی زندگی پیدا ہو جاتی ہے جس سے روح و قلب پر چھائی ہوئی پڑمردگی نشاط و تازگی سے بدل جاتی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ

الهُدَى وَالْفُرْقَانِ -

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا جو انسانوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے اور جس کی تعلیم ہدایت و تمیز اور حق و باطل کی نشانی ہے۔“

اسلامی تقویم کا یہ نواں مہینہ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی اسے رمضان کہا جاتا تھا، ”دائرة المعارف الاسلامیہ“ کی تصریح کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترمذیہ میں یہ مہینہ سخت گرمی میں عام طور پر آتا تھا، اس لئے اس کو رمضان کہا گیا۔ اس لئے کہ عربی میں رمضاء کے معنی شدت گرما کے ہوتے ہیں۔ ”رمض“ اس بارش کو بھی کہتے ہیں جو موسم خریف سے پہلے ہوتی ہے جبکہ زمین سخت بنی ہوتی ہے۔ ”المطریساتی قبل الخریف فیجد الأرض حارة محترقة“ (العجم الوسیط)

اسلام نے عظمت و سعادت سے اس مہینہ کو مقدس و بابرکت بنا دیا اور ہدایت کی ایسی ساتی گرمی ہوئی کہ وجود انسانی نہال ہوگئی۔ جس رات یہ برکت و سعادت اتری وہ ایسی بابرکت رات قرار پائی جس کی نظیر دنیا نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس مقدس انعام خداوندی اور عطائے ربانی کا تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے یوں فرمایا ہے:

”یہ انقلاب جس نے دنیا کے لیالی و ایام ہدایت کی تقویم بدل دی۔ فی الحقیقت ایک مقدس رات تھی جو واوی بطحا کے کنارے سے جبل نور کی ایک تنگ و تاریک غار کے اندر نمودار ہوئی اور اس شبستان لاہوتی کے اندر مشرق سے ربوبیت اعلیٰ کا آفتاب کلام اللہ طلوع ہوا۔ فیضان الہیہ کے سمندر دریا جوش میں آگئے، ملا اعلیٰ اور قدوسیان عالم بالا میں ہلچل مچ گئی، مدبرات روحانیہ اور ملائکہ سادیہ کو حکم ہوا کہ زمین کی طرف متوجہ ہو جائیں، کیونکہ اب وہ آسمانوں میں مقہور و مخذول نہیں رہی، آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کر دیئے گئے تھے یا یک کھل گئے اور یہ مقدس نغمہ آسمان و زمین کی وسعتوں میں بکھرتا چلا گیا۔“

ہم نے قرآن پاک کو لیلیۃ القدر میں اتارا اور تم سمجھتے ہو لیلیۃ القدر کیا شے ہے؟

لیلۃ القدر ایک عہد رحمت و دور برکت ہے، ہزاروں مہینوں سے افضل ہے، ملائکہ ساوی و روح الہی کا اس میں ہر طرف سے نزول ہوتا ہے، سلام اس پر یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جائے۔

عربی میں اس کو صوم کہتے ہیں جس کے معنی رکنے اور چپ رہنے کے ہیں۔ بعض مفسرین کی تفسیروں کے مطابق قرآن پاک میں کہیں اس کو صبر بھی کہا گیا ہے جس کے معنی ضبط نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔ ان معنوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی زبان میں روزہ کا کیا مفہوم ہے؟ وہ درحقیقت نفسانی ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشوں سے اپنے آپ کو روکنے اور حرص و ہوا کے ڈگمگانے والے موقفوں میں اپنے آپ کو ضابطہ اور ثابت قدم رکھنے کا نام ہے۔ روزانہ استعمال میں عام طور پر نفسانی خواہشوں اور انسانی حرص و ہوا کا مظہر تین چیزیں ہیں: یعنی کھانا، پینا اور عورت و مرد کے جنسی تعلقات۔ انہی سے ایک مدت متعین تک رکنے کا نام شرعاً روزہ ہے، لیکن دراصل ان ظاہری خواہشوں کے ساتھ باطنی خواہشوں اور برائیوں سے دل اور زبان کو محفوظ رکھنا بھی خواص کے نزدیک روزہ کی حقیقت میں داخل ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ جو شخص روزہ کا مبارک مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔ لہذا ہر مسلمان عاقل، بالغ پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ شعبان المعظم کا چاند نظر آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے: ”شعبان میرا مہینہ ہے“۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شعبان کے مہینہ میں روزہ کا اہتمام آپ اس درجہ فرماتے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ آپ افطاری نہیں کریں گے۔ یعنی کوئی دن بغیر روزہ کے نہ ہوتا۔ یہ سب کچھ آپ اس لئے فرماتے کہ رمضان المبارک میں کسی درجہ کو تا ہی نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے تو اس کا

تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ آپ کا یہ اسوہ امت کے لئے ہے تاکہ رمضان المبارک کی عظمتوں اور برکتوں سے یہ امت کما حقہ بہرہ ور ہو سکے۔

بہاروں کا موسم:

رمضان المبارک روحانیت کے فروغ اور رضائے الہی کے حصول کا وہ بہترین موسم ہے جس میں چھوٹا سے چھوٹا عمل بھی اجر عظیم کا حامل ہوتا ہے۔ اس ماہ مقدس کی آمد کی خوشی میں جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور وہ ذات بے ہمتا بے شمار اپنے مخلص بندوں کو پروا نہ نجات اور مغفرت و سعادت سے نوازتی ہے۔ نفس کا زور کم ہو جاتا ہے اور شیاطین کی شد زوریاں بیڑیوں سے جکڑ دی جاتی ہیں۔ ہر عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو روزہ کے حدود کی رعایت کرے، منہیات سے اپنے آپ کو بچائے تو اس کا روزہ سابقہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد)

روزہ کا حق:

روزہ دار اللہ رب العزت کا مہمان ہوتا ہے۔ وہ روزہ کی حالت میں عروج (ترقی) کی طرف مائل ہوتا ہے۔ قرب الہی اور اللہ رب العزت کے مائل بہ کرم ہونے کی وجہ سے اس میں ملکوئی صفات پیدا ہوتی ہیں اور یہ صفات حقیقت میں مانع غضب الہی ہیں۔ لہذا فرمایا گیا: ”روزہ ڈھال ہے“ غضب الہی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ نفس و شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت کا وسیلہ ہے۔ لہذا روزہ کا اہتمام کرنا چاہئے اور اس ربانی ڈھال میں کوئی خراش بھی نہ آنے پائے اس کی پوری رعایت کرنی چاہئے۔ یکجا روزہ کا حق ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو روزہ رکھے تو گناہ و بے حیائی کے کام نہ کرے اور نہ ہی

نادانی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے یا گالی گلوچ پر اتر آئے تو کمال دانشمندی کے ساتھ یہ بار بار عرض کر دے کہ بھائی میں روزہ سے ہوں۔“

روزہ کی حفاظت منہ اور شرمگاہ کی حفاظت سے ہوتی ہے۔ منہ کی حفاظت یہ ہے کہ بدزبانی نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے یا بدگوئی اور ہرزہ سرائی سے غایت درجہ پرہیز کرے۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں ناپاک اور غلیظ ہیں۔ روزہ پاکی اور طہارت کا سرچشمہ ہے۔ وہ ایسی خوشبو ہے جس کی عطریزی کائنات میں اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ اس رب کی قدر افزائی کا لحاظ کرنا چاہئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمُسْتَكِ (بخاری) ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ رب العزت کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عطریز اور فرحت انگیز ہے۔“

رب کے ہاتھوں انعام:

اس محبوبیت کا نتیجہ ہے کہ رب دو عالم نے روزہ کو اپنی ذات کی محبت کے اظہار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں اس پر انعام کا وعدہ فرمایا۔ ارشاد ہے: ﴿يَعْرُكَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَاتِهِ مِنْ أَجْلِ الصِّيَامِ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا﴾ ”میرا بندہ میری خاطر کھانا، پینا اور دیگر شہوتوں کو ترک کر کے روزہ رکھتا ہے تو وہ میری نظر میں اس درجہ قابل قدر ہے کہ میں اس کو اس کا مخصوص بدلہ عطا کروں گا۔“

بعض روایتوں میں ہے کہ میں خود بدلہ بن جاؤں گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا۔

روزہ کی شفاعت:

قیامت کے دن روزہ، روزہ دار کے لئے تسلی و تسفی اور ہر وعزیزی کا ذریعہ ہوگا۔ وہ

بارگاہ رب العزت میں شفیع بن کرکھڑا ہوگا اور ایک عظیم محسن کا کردار یوں ادا کرے گا، روزہ عرض کرے گا میرے مالک میں نے دن میں کھانے پینے سے روکا، نفسانی شہوتوں سے باز رکھا، تو اس بندہ کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن پاک عرض کرے گا: بارالہا، میں نے راتوں کو تلاوت کلام پاک میں مشغول رکھ کر سونے سے باز رکھا، تو میری شفاعت قبول فرما۔ اللہ رب العزت کے حضور میں دونوں کی شفاعت قبول کی جائیگی۔ (مسند احمد)

حضرت ابوامامہ کا بیان ہے کہ بارگاہ رسالت میں حاضری ہوئی تو عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ فرمایا: ”روزہ کا اہتمام کرو، اس کے برابر کوئی عمل نہیں“۔ دوبارہ عرض کرنے کے جواب میں بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا: ”علیک بالصوم فانہ لامثل لہ“ روزہ کا اہتمام کرو اس جیسا کوئی عمل نہیں۔ (نسائی احمد)

کس قدر محروم ہے وہ شخص جو اپنے رب کی اس عنایت کی قدر نہ کرتا ہو، روزہ کو چھوڑتا ہو یا روزہ رکھ کر فضولیات اور لغویات میں پڑا رہتا ہو۔ مغلطات کی خاردار جھاڑیوں میں اس کا دامن الجھا ہوا ہو، سب و شتم کے تیر سے اس کا روحانی وجود چھلتی ہو چکا ہو، وہ نوازش ربانی کا تحمل کیسے کر سکتا ہے۔ اس کے کیف پروردار جاں نواز عطربیز جھونکے سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، بلکہ ایسے شخص کے بارپے میں اندیشہ ہے کہ سرے سے وہ ایمان ہی سے محروم ہو جائے اور ازلی عتاب میں گرفتار ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ دین اسلام کے اہم اصول تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ ان میں سے ایک کا بھی تارک کافر ہے، اس کا خون مباح ہے وہ تین چیز میں یہ ہیں: (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ”جو شخص ایک دن بھی روزہ بغیر عذر کے چھوڑے تو زندگی بھر کا روزہ بھی اس کو پورا نہیں کر سکتا ہے“۔ (ابوداؤد)

امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جو بغیر کسی بیماری کے روزہ چھوڑ دے وہ زانی، شرابی سے زیادہ برا ہے، بلکہ اس کے اسلام میں شک ہے اور کفر و زندقہ کا خطرہ ہے۔ (فقہ السنہ۔ ج ۱ ص ۷۷۳)

روزہ چھوڑنے پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کے لئے کیسے یہ روا ہوگا کہ وہ چند گلوں کے لئے اس عظیم نعمت سے محروم ہو کر عتاب الہی کا نشانہ بنے اور ابدی بد بختیوں اور شقاوت سے دوچار ہو۔ العیاذ باللہ

سحری:

روزہ دار کو سحری کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ بہت سے لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ ان کا ذہن حقیقت میں سحری کی مادی منفعت یعنی حصول قوت کی طرف جاتا ہے۔ حالانکہ سحری تحصیل قوت کے ساتھ اجر و ثواب کا بھی ذریعہ ہے۔ لہذا کھانے کی خواہش نہ بھی ہو، پھر بھی کچھ نہ کچھ بہ نیت ثواب ضرور کھانا چاہئے۔ خواہ ایک کھجور اور ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”لوگو! سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت مقداد بن معدیکرب سے روایت ہے کہ سحری کا اہتمام کرو کیونکہ سحری بابرکت غذا ہے۔ (نسائی)

برکت سے مراد قوت و نشاط ہے جو سحری کے ذریعہ روزہ دار کو حاصل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے روزہ رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ سحری یقیناً وجہ برکت ہے۔ چنانچہ سحری کرنا ترک نہ کرو، خواہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لیا کرو۔ کیونکہ اللہ رب العزت سحری کرنے والے پر رحمت نازل کرتے ہیں اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ سحری کا وقت طلوع صبح صادق سے پہلے پہلے ہے۔ آخری وقت میں سحری کرنا بہتر ہے۔

## افطار:

روزہ کا عمل طلوع صبح سے شروع ہو کر آفتاب کے غروب ہونے تک پورا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی بغیر تاخیر کئے ہوئے افطار شروع کر دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں اذان کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔ البتہ قرآن کے طور پر کسی دیگر چیز سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

حدیث شریف میں افطار کی بڑی فضیلت ہے۔ جس بندہ کو کھانے پینے سے روک دیا گیا تھا اب اس کا کھانا پینا حصولِ رضا کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے افطار میں عجلت بہتر ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک لوگ افطار میں جلد بازی سے کام لیتے رہیں گے وہ خیر پر قائم رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

خیر سے مراد کیا ہے؟

خیر کا مفہوم بہت عام ہے لیکن سب سے اعلیٰ اور جس کو جامع الخیر کہا جاسکے وہ ایمان ہے۔ قرآن پاک نے خیر کو اس مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے رہی ہو“۔ (سورہ نساء) تو معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لئے افطار کی برکت سے ایمان پر قائم رہنے کی بشارت دی جا رہی ہے اور ایمان وہ عظیم سرمایہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ اگر تازہ کھجوریں میسر نہ آتیں تو خشک کھجور ہی استعمال فرما لیتے۔ اگر وہ بھی حاصل نہ ہوتیں تو ایک دو چلو پانی ہی سے افطار کر لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نماز سے پہلے افطار کرنا:

جہاں تک افطار کا تعلق ہے وہ نماز سے پہلے ہو، اور اس میں جو کچھ میسر ہو، اس سے

افطار کر لیا جائے۔ اب رہی یہ بات کہ کھانا حاضر ہے تو نماز سے پہلے کھانے سے بھی فارغ ہوا جاسکتا ہے کہ نہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ کھانا نماز مغرب کے بعد ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: إِذَا قَدِمَ الْعِشَاءُ فَأَتُوا بِهِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعَجَّلُوا عَنْ عِشَاءِكُمْ (رواہ الشیخان)

اگر کھانا حاضر ہو تو نماز سے پہلے کھانا کھاؤ اور کھانے میں عجلت نہ کرو۔“

افطار کے بعد:

افطار کرتے ہی روزہ کا عمل اسوۂ نبوی کے مطابق مکمل ہو جاتا ہے۔ پیاسی رگیں تر ہو جاتی ہیں۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ زبان پر اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں، اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے: ﴿ذَهَبَ الظَّمْأُ وَأَبْطَلَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَّتِ الْأَجْرَانُ شَاءَ اللَّهُ﴾

”پیاسی رگیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔“

افطار کے وقت دعاؤں کی مقبولیت کا وقت ہے۔ اہتمام سے افطار سے قبل دعا کرنی چاہئے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ ﴿إِنَّ لِلْحَصَائِمِ عِنْدَ فَطْرِهِ دَعْوَةً مَأْتُونَ﴾ ”افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ لہذا افطار شروع کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: ﴿اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ﴾“ اے اللہ تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو روزہ کے برکات سے نوازے اور اسوۂ نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## روزے کے مسائل

رمضان کے روزوں کا رکھنا مسلمانوں پر فرض ہے، یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے، قرآن مجید میں رمضان المبارک کے روزوں کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ”اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا، جیسا کہ تم سے پہلی قوموں پر بھی فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پر ہیزگار ہو جاؤ“۔

آگے مزید فرمایا: ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ”پس جو پائے تم میں سے رمضان کا مہینہ تو وہ اس کے ضرور روزہ رکھے۔“

### رمضان کی فضیلت

رمضان المبارک بہت ہی بابرکت مہینہ ہے، اس کی فضیلت قرآن مجید میں بیان کی گئی اور فرمایا گیا کہ رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾۔ احادیث میں رمضان المبارک کے روزوں کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں، بطور نمونہ چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند

کر دیے جاتے ہیں، شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

۲- حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اس میں سے ایک دروازے کا نام ”باب الریان“ (سیرابی کا دروازہ) ہے، اس سے صرف روزہ وارد اٹھل ہوں گے۔“ (متفق علیہ)

۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (متفق علیہ)

۴- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ابن آدم کی ہر نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا زیادہ تک ثواب دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سوائے روزے کے، اس لیے کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کا ثواب میں خود دوں گا، بندہ اپنی شہوت اور کھانا پینا صرف میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں مقرر ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ملتی ہے اور دوسری اپنے پروردگار کے دیدار کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہوتی ہے اور روزہ (گناہوں سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو بری بات زبان سے نہ نکالے، نہ شور مچائے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ اور جھگڑا کرے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔“ (متفق علیہ)

اب ہم ذیل میں روزے کے چند اہم مسائل کا ذکر کر رہے ہیں،  
روزہ رکھنا کس پر واجب ہوتا ہے

روزہ دوسرے احکام کی طرح باطل بالغ مسلمان پر فرض ہوتا ہے، چنانچہ بچوں اور نابالغ پر روزہ فرض نہیں ہے اور ان لوگوں پر ادائیگی تبھی فرض ہوتی ہے جب وہ صحت مند

ہوں، ایسے بیمار نہ ہوں کہ ادا نہ کر سکتے ہوں نیز مقیم ہوں، چنانچہ مریض اور مسافر پر اسی وقت روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، البتہ بعد میں اس کی قضاء کرنا یا نفاذ دینا (اخیر تک عذر قائم رہنے پر) واجب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ (تم میں جو مریض ہو یا وہ سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں سے گئی (پوری) کرے اور جن لوگوں کے لیے اس کا بوجھ مشکل ہو جائے، ان پر ایک مسکین کا کھانا نفاذ یہ ہے) (ہندیہ/۱۹۵، فتح القدر/۲/۲۳۳)

اور روزہ رکھنا صحیح ہوتا ہے جب نیت کے ساتھ رکھا جائے اور عورت حیض و نفاس سے پاک ہو، اگر دن بھر روزہ توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی، بعد میں خیال آیا کہ لاؤ اس میں روزہ کی نیت کر لیں تو میں روزہ کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہوگا۔ (حوالہ بالا)

بچہ کو روزہ کا حکم کب دیا جائے

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ روزہ بالغ پر فرض ہوتا ہے، نابالغ پر فرض نہیں ہوتا، لیکن بچہ کو روزے کا عادی بنانے کے لیے بلوغ سے پہلے ہی روزے کا حکم دینا چاہیے، چنانچہ سات سال مکمل ہونے کے بعد اور دس سال سے پہلے اگر بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو روزے کی ترغیب دینی چاہیے، پھر جب دس سال کا ہو جائے اور روزہ رکھ سکتا ہو تو خصوصی تاکید کی جائے تاکہ بلوغ سے پہلے ہی مکمل روزہ رکھنے کی اس میں ہمت پیدا ہو جائے، جب تک بالغ نہیں ہو جاتا اگر وہ پورے مہینے کے روزے نہیں رکھ پارہا ہے تو جتنے دن کے روزے رکھنے کی طاقت ہو، اتنے ہی روزے رکھنے دیا جائے۔ (ہندیہ: ۱/۱۲۴، شامی: ۲/۱۱۷)

روزے کی نیت کرنا ضروری ہے

روزہ صحیح ہونے کے لیے نیت کرنا شرط ہے، بغیر نیت کے روزہ صحیح نہیں ہوگا، لیکن نیت

کے لیے زبان سے تلفظ ادا کرنا یا عربی فارسی میں نیت کرنا ضروری نہیں ہے، نیت اس کو کہتے ہیں کہ دل میں روزہ کا ارادہ ہو، اس لیے فقہاء لکھتے ہیں کہ روزہ کے لیے سحری کھالینا بھی نیت کے قائم مقام ہوتا ہے، البتہ زبان سے بھی ادائیگی کر لے کہ روزہ رکھوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ فقہاء نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔۔ (ہندیہ: ۱/۱۹۵)

اس لیے کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن میرے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے، تو میں نے کہا: نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”فانی صائم“ (تب تو میں روزے سے ہوں) رمضان کے روزوں کے لیے ہر دن کے روزہ کے لیے الگ سے نیت کرنا ضروری ہوتا ہے اور نیت کا وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور نفل روزوں، نذر معین اور رمضان کے روزوں میں نصف نہار شرعی تک رہتا ہے، نصف نہار شرعی کا مطلب یہ ہے کہ طلوع فجر سے غروب شمس کے درمیانی وقت سے پہلے پہلے نیت کر لے، تو اگر پہلے روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی، لیکن روزہ توڑ دینے والی کوئی چیز نہیں کی اور نصف نہار (جو کہ زوال سے ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے ہوتا ہے اور جس کو ضحہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے) سے پہلے روزہ کی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائے گا، اس کے بعد نیت کی تو روزہ صحیح نہیں ہوگا، خواہ کچھ بھی نہ کھایا پیا ہو۔ (ہندیہ: ۱/۵۱، شامی: ۲/۹۲، ہدایہ مع الفتح: ۲/۲۳۷)

ان کے علاوہ بقیہ کسی روزے کے لیے طلوع فجر سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، جیسے قضاء، کفارہ یا نذر غیر معین وغیرہ کے روزے۔ (ہندی: ۱/۱۶، شامی: ۲/۹۵)

### سحری کی فضیلت

سحری کھانے کی احادیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے اس سے روزہ رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور بدن کمزور نہیں ہونے پاتا، چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ (مشفق علیہ)  
ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری  
کھانے سے امتیاز قائم ہوتا ہے۔ (مسلم)

انہی احادیث کی روشنی میں فقہاء نے سحری کھانے کو سنت و مستحب قرار دیا ہے اور  
سحری کھانے کا وقت آخری رات یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ ہے، یعنی طلوع فجر سے کچھ  
پہلے پہلے سحری کھائی جائے لیکن اتنی بھی تاخیر نہ کرنا چاہیے کہ روزہ منکوک ہو جائے، اگر  
سحری کے اوقات کے سلسلہ میں جنزیوں میں اختلاف ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ سحری اس  
جنزی کے اعتبار سے کھائے جس میں وقت پہلے ختم ہو جاتا ہو اور فجر کی اذان اس جنزی  
کے اعتبار سے دی جائے جس میں وقت بعد میں ختم ہو رہا ہو، خیال رہے کہ دہلی کے انس  
صاحب نے کمپیوٹر کی مدد سے جس دائی جنزی کو تیار کیا ہے، علمائے عصر نے اس پر اعتماد کا  
اظہار کیا ہے۔

سحری کھانا مسنون ہے لیکن اگر کوئی کھائے بغیر روزہ رکھے تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے  
گا لیکن ظاہر ہے کہ وہ سحری کی برکتوں سے محروم رہے گا۔ (بدائع: ۲/۲۶۶)

افطار کے احکام

افطار میں جلدی کرنا افضل ہے اور مستحب یہ ہے کہ افطار نماز سے پہلے کیا جائے۔  
(ہندیہ: ۱/۲۰۰) چنانچہ حضرت اہل سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگ جب  
تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے خیر کے ساتھ رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:  
میرے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ افطار میں عجلت کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

لہذا بلاوجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے اور عجلت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یقینی طور پر

سورج کا غروب ہو جانا معلوم ہو جائے۔ (شامی: ۱۲۴/۲)

مسنون یہ ہے کہ اگر کھجور میسر ہو تو کھجور سے افطار کیا جائے، جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ افطار کے وقت کھجور کا استعمال طبی طور پر بھی صحت کے لیے مفید ہوتا ہے، اور کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا مستحب ہوگا، چنانچہ حضرت سلمان بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے، اس لیے کہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے، اس لیے کہ وہ پاک کر دینے والا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد)

احادیث میں افطار کے وقت دو دعائیں منقول ہیں، ایک کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

﴿ذَهَبَ الظَّمْأُ وَأَبْطَلَتِ الْعُرْوَةُ وَقَبَّتِ الْأَجْزَانُ شَاءَ اللَّهُ﴾ (پیارا جاتی رہی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ثواب ثابت ہو گیا ہے) (ابوداؤد)

ابوداؤد ہی کی دوسری مرسل روایت میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری دعا بھی منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ افطار کے وقت فرماتے تھے، ﴿اللَّهُمَّ لَكَ صُفْمٌ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ﴾ (یا اللہ میں نے آپ کے لیے روزہ رکھا اور آپ کی روزی سے افطار کیا) یہ دوسری دعا فقہی کتابوں میں کچھ اضافہ کے ساتھ منقول ہے۔

جو عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوئی

اگر عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوئی تو وہ اس دن کا روزہ نہیں رکھ سکتی، بعد میں قضا کرے لیکن پاک ہونے کے بعد ضروری ہے کہ کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی تو اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی ہے تو اس دن کا روزہ ہر حالت میں رکھے گی غسل کا موقع صبح صادق سے پہلے ملے یا نہ ملے اور اگر دس دن سے کم

میں پاک ہوتی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ صبح صادق سے پہلے غسل کرنے کے بعد وقت تمایا نہیں، اگر اتنا وقت رہا تو روزہ رکھے گی خواہ عملاً غسل نہ کرے ورنہ نہیں۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۷)

کن حالتوں میں روزہ نہیں رکھا جاسکتا

پچھے گزر چکا ہے کہ حیض و نفاس سے پاک ہونا روزہ صحیح ہونے کے لیے شرط ہے، لہذا حیض و نفاس والی عورت کو روزہ رکھنے سے روک دیا گیا ہے، اگر وہ روزہ رکھے بھی تو معتبر نہیں ہوگا۔ (ہندیہ: ۱/۱۹۵) اس کے برخلاف جنسی (یعنی صحبت کے بعد) مرد یا عورت اگر پاکی حاصل نہ کرے تو اس کا روزہ ہو جائے گا، اگر چہ یہ مکروہ ہے اور ناپاکی کے سبب جن عبادات سے محرومی ہوگی اس کا الگ سے گناہ ہوگا۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

کچھ اعذار ایسے ہیں جن کے پیش آجانے سے روزہ رکھ لینے کے بعد بھی توڑ دینے کی شرعاً اجازت ہے، ہم ذیل میں ان اعذار کو لکھ رہے ہیں:

۱- مریض کو خوف ہو جائے کہ روزہ نہ توڑا تو جان چلی جائے گی، یا کوئی عضو تلف ہو جائے گا، یا بیماری بڑھ جائے گی، تو ان حالتوں میں بالاتفاق اس کو روزہ توڑ دینے کی شرعاً اجازت ہے، خواہ یہ خوف کسی ماہر مسلمان ڈاکٹر کے خبر دینے سے ہوا ہو یا خود یہ اندیشہ غلبہ ظن کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، صرف وہم کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۷، ہدایہ فتح القدیر: ۲/۲۷۲) اور روزہ توڑنے کی وجہ سے اس پر قضاء لازم ہوگی۔ کفارہ نہیں ہوگا۔ (ایضاً)

۲- حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچہ کی جان کا کوئی خطرہ ہو جائے تو ان دونوں کے لیے بھی روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے، بعد میں صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۷، ہدایہ: ۳/۲۷۶)

۳۔ جب شدید بھوک پیاس سے دوچار ہو جائے اور جان کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس کے لیے بھی روزہ توڑ دینا جائز ہے، بعد میں صرف قضاء کرے گا، کفارہ نہیں ہوگا۔ (ہندیہ/۲۰۷، فتح القدیر: ۲/۲۷۲)

۴۔ جس مجاہد کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہو اور خیال ہو کہ روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے گی اور اسلامی لشکر کو نقصان ہو جائے گا تو وہ بھی روزہ توڑ سکتا ہے۔ اس کو بعد میں صرف قضاء کرنی ہوگی۔ کفارہ نہیں ہوگا۔ (شامی: ۲/۱۲۵، فتح القدیر: ۲/۲۷۲)

۵۔ جس کو جان کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے، اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ (شامی: ۲/۱۲۵)

یہ سب لوگ ان اعذار کی وجہ سے روزہ توڑ دیں تو جیسا کہ بیان کیا گیا صرف ان پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، اسی طرح ان اعذار کی بنیاد پر ان کے لیے یہ بھی جائز ہوگا کہ روزہ ابتداء ہی سے نہ رکھیں، اس حکم میں ان کے ساتھ دو اور چیزیں بھی شامل ہیں:

(۱) سفر خواہ ہو یا نا جائز، بے مشقت ہو جیسے ٹرین اور ہوائی جہاز کا، یا مشقت سے ہو جیسے پیدل، اگر شرعی سفر ہے یعنی تقریباً ایسی کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا ہے، تو اس کے لیے ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے (توڑنا جائز نہیں ہے) مگر بے مشقت سفر میں بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھ لے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس دن سفر شروع کیا ہو اس دن روزہ نہ رکھنا درست نہیں ہے اور اگر روزہ رکھ لیا تو اس کے لئے اس کو توڑنا جائز نہیں ہے، پھر بھی اگر سفر شروع کرنے کے بعد توڑ دے تو کفارہ نہیں ہوگا اور اگر رکھنے کے بعد سفر شروع کرنے سے پہلے توڑ دیا تو کفارہ لازم ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۶-۲۰۷، شامی: ۲/۱۲۶)

(۲) ایسی کمزوری جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، خواہ یہ کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے اور خواہ بعد میں قوت آنے کی امید ہو یا نہ ہو، البتہ اگر بڑھاپے یا بیماری کے سبب ضعف ہو اور بعد میں صحت کی امید نہ ہو، وہ اسی وقت یا بعد میں ہر روزہ کے بدلہ میں صدقہ فطر کی مقدار میں یعنی ایک کلو ۶ سو ۳۳ گرام گیہوں یا ۳ کلو ۲ سو ۶۶ گرام جو، یا کھجور یا ان کی قیمت کسی محتاج کو فدیہ کے طور پر دے دے گا اور جس کو بعد میں صحت مند ہو جانے کی امید ہو وہ فدیہ نہیں دے گا، بعد میں قضاء کرے گا۔ (شامی: ۲/۱۳۰)

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

کچھ امور ایسے ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں کو لگتا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا، لیکن درحقیقت ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ذیل میں ان امور کو ہم نمبر وار درج کر رہے ہیں:

۱- بھولے سے کھاپی لینا یا جماع کر لینا، اس لیے کہ حدیث شریف میں صراحت ہے کہ بھولے سے کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: روزہ کی حالت میں جو بھول گیا اور اس نے کھالیا یا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ (بخاری و مسلم) فقہائے احناف نے بھول کر جماع کرنے کو بھی اس میں قیاساً شامل کیا ہے۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۲، شامی: ۲/۱۰۵)

۲- روزہ کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(شامی: ۲/۱۰۶)

۳- روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا یا داؤدانا بھی جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، خواہ حلق میں سرمہ یا داؤد کی کڑواہٹ ہی کیوں نہ محسوس ہو۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۳)

چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور دریافت کیا، میری آنکھ دکھ رہی ہے تو کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں! (لگا سکتے ہو) (ترمذی و اشارالی ضفہ)

۳- روزہ کی حالت میں سر یا بدن کے کسی بھی حصہ میں تیل وغیرہ لگانا بھی جائز ہے،

اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (شامی: ۲/۱۰۶)

۵- روزہ کی حالت میں عطریا پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ دھوئیں والی خوشبو سے بچنا ضروری ہے۔ (تاتارخانیہ: ۳/۲۸۲)

۶- کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے، اس کو تھوک کے ساتھ لگنے

سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح اگر آنسو یا چہرہ کے پسینے کے ایک دو قطرے حلق میں اتر

جائیں تو اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، لیکن اگر آنسو یا پسینہ زیادہ مقدار میں تھا اور اس کا

مزہ پورے منہ میں محسوس ہو رہا تھا تو اس کے حلق کے نیچے اتار لینے سے روزہ فاسد ہو جائے

گا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۳، شامی: ۲/۱۰۶)

اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

”جس کو خود بخود تے ہو جائے اور وہ روزہ سے ہو تو اس پر قضا نہیں ہے، اور جان بوجھ کر خود

سے تے کرے تو وہ قضا کرے۔ (ترمذی، ابو داؤد)

۸- اگر ناک کو سڑک لیا اور وہ حلق میں چلی گئی یا رال کو چپکنے سے پہلے اندر کر لیا اور نگل

لیا تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۳)

۹- روزہ کی حالت میں اگر بلا اختیار گردوغبار یا کبھی حلق میں داخل ہو جائے یا دھواں

بلا اختیار منہ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن اگر جان بوجھ کر دھواں منہ

میں داخل کیا جائے مثلاً: اگر بتی، یا لوبان کا دھواں جان بوجھ کر ناک میں چڑھایا یا بیڑی،

سگریٹ پی تو روزہ چلا جائے گا۔ (شامی: ۲/۱۰۶)

۱۰- اگر کوئی حالت جنابت میں ہو، خواہ احتلام کے سبب یا جماع کے سبب اور غسل

سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرے، تو اس سے روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، یہاں تک کہ دن بھر اس حالت میں رہے تب بھی روزہ ہو جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بلا وجہ حالت جنابت میں رہنا مکروہ ہوگا۔ (شامی: ۱۱۰/۲)

اس کی اجازت کے سلسلہ میں دلیل حضرت عائشہ کی روایت ہے، فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو رمضان میں فجر کا وقت آلیتا تھا، اور آپ احتلام کے بغیر جنابت سے ہوتے تھے (یعنی جماع کی وجہ سے) تو آپ (فجر کا وقت آجانے کے بعد غسل کرتے تھے اور روزہ رہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۱- اگر روزہ کی حالت میں انجکشن یا ٹیکہ لگوا یا خواہ رگ میں یا بدن کے کسی بھی حصہ میں، بشرطیکہ وہ براہ راست دماغ یا معدہ کو نہ پہنچ رہا ہو، یا روزہ کی حالت میں ڈراپ لگوائی تو اس سے روزہ علماء محققین کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، لیکن بلا غدر لگوانا مکروہ ہے، اس مسئلہ میں کچھ علماء کا اختلاف ہے، لہذا اچھا یہ رہے گا کہ اخطار کے بعد لگوائے۔ (بدائع: ۲/۲۳۳، تاتارخانیہ: ۳۷۹)

۱۲- روزہ کی حالت میں ڈائلیس کرانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے کہ یہ عمل خون کی صفائی کے لیے کروایا جاتا ہے، اس سے معدہ یا دماغ میں راست طور پر کوئی چیز نہیں پہنچتی۔ (ایضاً)

۱۳- روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کروانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لیے کہ روزہ کی حالت میں پچھنے لگوانے کی اجازت ہے اور دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ کوئی چیز اندر نہیں جاتی، صرف خون نکالا جاتا ہے، یہی حکم خون لینے اور دینے کا بھی ہوگا، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اتنی مقدار میں خون نکلو دینا مکروہ ہوگا جس سے کمزوری پیدا ہو جائے۔ (ہندیہ: ۱/۹۹۱-۳۰۰)

حجامت کے سلسلہ میں حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے  
آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں حجامہ (پچھنہ لگوایا) (بخاری و مسلم)

۱۴- دل کے مرض میں گولی زبان کے نیچے رکھی اور وہ جذب ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے،  
اگر دوا زبان کے نیچے رکھ اس پورا اہتمام کرے کہ دوا کے اجزاء حلق کے نیچے نہ اترنے  
پائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر دوا کے اجزاء لعاب کے ساتھ مل کر حق کے نیچے اتر گئے  
تو قضاء کرنی ہوگی۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۳)

۱۵- دانت سے خون نکلا لیکن اس نے حلق کے اندر نہیں جانے دیا تو اس سے روزہ  
فاس نہیں ہوگا (شامی ۲/۱۰۷)

۱۶- اگر دانت میں کوئی غذا پھنسی ہوئی تھی اور چنے کی مقدار سے کم تھی تو اگر وہ چنے  
کی مقدار کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس کو منہ سے نکال کر  
دوبارہ منہ ڈال کر نگل لیا خواہ چنے سے چھوٹی چیز ہی کیوں نہ ہو اس سے روزہ ٹوٹ  
جائیگا۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۲)

۱۷- روزہ حالت میں غسل کرنا یا رومال پانی سے بھگو کر سر پر رکھنا بلا کراہت جائز  
ہے۔ (شامی ۲/۱۲۳)

۱۸- روزہ کی حالت میں خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے، خواہ دن کے کسی  
بھی حصہ میں کرے، خواہ مسواک نیم کی ہو اور اس کی کڑواہٹ حلق میں محسوس ہو۔  
(بدائع: ۲۲/۲۶۸، شامی ۲/۱۲۳)

چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ  
آنحضرت ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا۔ (ترمذی)

۱۹- اگر روزہ دار کے کان میں پانی چلا جائے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا،

لیکن کان میں تیل دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی ۲/۱۱۱)

۲۰۔ روزہ کی حالت میں اگر بد نظری یا غلط تصورات کی وجہ سے مذی نکل جائے انزال ہو جائے (صرف تصور سے کچھ عمل کے بغیر) تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن اس طرح کے خیالات وہ بھی روزے کے حالت میں گناہ کا کام ہے۔ (فتاویٰ خانہ ۳/۳۸۶-۳۸۷)

روزے کو توڑ دینے والی چیزیں

روزے کو فاسد کر دینے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں اور بعض سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے، پہلے ہم چند ایسے مسائل بیان کر رہے ہیں جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے۔ یہ چند مسائل بطور مثال ہیں اور بھی اس طرح کے مسائل ہو سکتے ہیں:

جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے

۱۔ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اگر بقی یا کسی اور چیز کا دھواں یا بھاپ ناک یا منہ میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔ لہذا اگر مشین کے ذریعہ نمونیا اور ٹھنڈ کا علاج اس طرح کیا جائے کہ بھاپ ناک یا منہ کے ذریعہ اندر کو جائے، خواہ پانی میں دوا ہو یا نہ ہو، یا پانی گرم کر کے اس کو اندر کھینچا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔ یہی حکم انہلہ کا بھی ہے جس کو ڈاکٹر دمہ کے مریضوں کے لیے تجویز کرتے ہیں، لہذا ضرورت پڑنے پر اس کو مریض استعمال کر سکتا ہے، لیکن اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوگی، فقہ اکیڈمی نے اپنی تجاویز میں اسی طرح فیصلہ کیا ہے۔ (شامی: ۲/۱۰۶، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۸۶)

۲۔ اگر جان بوجھ کر منہ بھرتے ہوئی تھی، جان بوجھ کر اس کا اعادہ کر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ان دونوں صورتوں کے علاوہ تھے کسی اور صورت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ

حدیث کے حوالہ کے ساتھ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ (شامی: ۱۲۰/۲-۱۲۱، ہندیہ: ۲۰۳/۱-۲۰۴)

۳- شکر کلی کرتے وقت بلا اختیار پانی حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہے جب اسے روزہ یاد ہو لیکن اسے اگر یہ یاد ہی نہ ہو کہ وہ روزے سے ہے تو اس کا حکم پیچھے گزر چکا ہے کہ کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو پانی اتر جانے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ (ہندیہ: ۲۰۴)

۴- اگر روزہ یاد تھا لیکن غلطی سے کوئی چیز حلق کے نیچے اتر گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، بھولے سے کھانے پینے اور غلطی سے حلق سے اتر جانے کے درمیان فرق یہ ہے کہ بھولے سے کھاتا پیتا ہے تو خدا اقصا لیتا ہے لیکن روزہ یاد نہیں رہتا، جب کہ غلطی سے لیتا ہے کہ اسے روزہ تو یاد ہوتا ہے لیکن غذا اس کے ارادہ کے بغیر حلق سے اتر جاتی ہے، اگر کوئی چلان کی دھمکی دے کر روزہ فاسد کرادے تب بھی یہی حکم ہوگا، یعنی صرف قضاء لازم ہوگی۔ (ایضاً شامی: ۱۱۰/۲)

۵- کوئی ایسی چیز کھائی جس کو دوا یا غذا کے طور پر نہیں کھایا جاتا جیسے نلکر، پتھر یا کوئی ایسی چیز کھائی جس سے انسانی طبیعت کو گھن محسوس ہوتی ہے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوگی، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی: ۱۱۲/۲، ہندیہ: ۲۰۲/۱)

۶- اگر روزے کی نیت ہی نہیں کی اور کھاتا پیتا رہا، تو بلا عذر ایسا کیا ہے تو بڑے گناہ کا کام ہے لیکن اس صورت میں بھی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی: ۱۱۳/۲)

۷- اگر روزے دار کی نکسیر پھوٹ گئی اور خون ناک سے حلق میں چلا گیا۔ یا مسوڑھوں سے خون کا جو کہ تھوک پر غالب تھا یا تھوک کے برابر تھا اور پیک میں چلا گیا تو روزہ کی قضاء کرنی ہوگی۔ (شامی: ۱۰۷/۲، ہندیہ: ۲۰۳)

۸- اگر بیوی سے بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہو گیا، یا مشت زنی کر لی اور اس سے انزال ہو گیا (خیال رہے کہ مشت زنی کرنا ناجائز ہے، روزے کی حالت میں تو مزید گناہ کا کام ہے) تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضاء کرنی ہوگی لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (ہندیہ: ۲۰۴/۱، شامی: ۱۰۹/۲)

۹- روزے کی حالت میں حقہ بیڑی یا سگریٹ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ (شامی: ۱۰۶/۲)

۱۰- کان یا ناک میں تیل یا کوئی دوا ڈالنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں ہوتا، قدیم فقہاء اس پر متفق ہیں، اس لیے ایسا کرنے پر احتیاط اسی میں ہے کہ قضاء کر لی جائے، اگرچہ کان کے سلسلہ میں جو تحقیقات ہوئی ہیں، ان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ کان میں کچھ ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹنا چاہیے۔ اس لیے کہ جدید تحقیق کے مطابق کان اور دماغ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور فقہاء کا فتویٰ اس پر مبنی تھا کہ تیل یا دوا دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔ (ہندیہ: ۲۰۴/۱، شامی: ۱۰۷/۲)

۱۱- پیچھے گذر چکا ہے کہ سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے اگر روزہ توڑ دیا تو صرف قضاء ہوگی، اسی طرح سفر میں روزہ رکھ کر توڑنا نہیں چاہیے، پھر بھی اگر رکھ کر توڑ دیا تو صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ دونوں صورتوں میں نہیں ہوگا۔ (ہندیہ: ۲۰۶/۱، شامی: ۱۲۶/۲)

۱۲- اگر کسی نے قصداً روزہ توڑ دیا، پھر اسی دن ایسا بیمار ہو گیا کہ اس کے لیے اس بیماری کے ساتھ روزہ رکھنا ممکن نہیں تھا، یا کسی عورت نے روزہ توڑ دیا، پھر اسی دن حیض آ گیا، تو ان دونوں کو صرف قضا کرنی ہوگی، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۲۰۶/۱)

۱۳- پیٹ کی صفائی کے لیے اگر کھجلی شرمگاہ سے انہما (حنہ) لیا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔ (شامی: ۱۱۱/۲)

۱۳- امراض معدہ کی تحقیق کے لیے پیچھے کے راستہ سے محض آلہ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر اس آلہ میں کوئی دوا یا تری چیز لگائی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔ (حوالہ بالا نیز نئے مسائل: ۸۷)

۱۵- اگر کسی مرض کی تشخیص کے لیے لیڈی ڈاکٹر کسی عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالے تو اگر ہاتھ خشک ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر تر ہاتھ ڈالا یا کوئی دوا لگا کر ہاتھ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح اگر مرض کی تحقیق کے لیے رحم تک آلات پہنچائے گئے اور ان پر دوا یا کوئی چیز لگی ہوئی تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر خشک آلات ڈالے گئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح رحم پر کوئی دوا رکھی گئی تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر شرمگاہ کے باہری حصہ پر کوئی دوا لگائی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی ۲/۱۰۷-۱۰۸، ہندیہ: ۱/۲۰۴، نیز دیکھئے نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۸۷)

۱۶- اگر مرد کسی عورت کے ساتھ زبردستی جماع کرے تو مرد پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، لیکن عورت پر صرف قضاء لازم ہوگی۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۵)

۱۷- جب بھولے سے کھایا پیا، یا منہ بھرتے آگئی یا احتکام ہو گیا اور اس کو مسئلہ معلوم نہیں تھا، اس لیے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، لہذا اس نے کھانا پینا شروع کر دیا، تو اس پر صرف قضاء ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔ (شامی ۲/۱۱۱، ہندیہ: ۱/۲۰۶)

جن سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں

۱- روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی عاقل بالغ شخص رمضان کے روزہ میں جان بوجھ کر پسندیدہ غذا یا دوا کھالے یا جماع کر لے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اس جماع سے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ (شامی ۲/۱۱۷، ہندیہ: ۱/۲۰۵)

۲- اگر نسیبت کی یا پھمنہ لگوایا یا تیل لگایا یا سرمہ لگایا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا اور

کھانا پینا شروع کر دیا تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اس لیے کہ روزہ ٹوٹ جانے کا یہ خیال صحیح جگہ نہیں ہے، البتہ اگر کسی مفتی نے فتویٰ دیا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے، یا کسی حدیث سے اس کو روزہ ٹوٹنے کا اشتباہ ہو گیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی: ۲/۱۱۸-۱۱۹، ہندیہ: ۱/۲۰۶)

خیال رہے کہ کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد کرنے سے لازم آتا ہے کسی اور روزے کے توڑنے سے لازم نہیں ہوتا۔

## تراویح - رمضان کی اہم خصوصیت

قرآن مجید ایک طرف تو انسانی رہنمائی کے لئے معجزانہ سطح کی عظیم المرتبت کتاب ہے، دوسرے اس کا پڑھنا سعادت بھی ہے، اللہ رب العزت کے اس کلام قرآن مجید کا رمضان المبارک سے بہت خصوصی تعلق ہے، اس ماہ مبارک میں وہ نازل کیا گیا، اس کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ، هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ -

اور رمضان کے مہینہ کی خصوصیات سے قرآن مجید کا تعلق بھی بہت ظاہر ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں وہ خوب پڑھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بہت پڑھے جانے کا انتظام ہے، خاص طور پر نمازوں میں اور تراویح کی نماز تو شاید خاص طور پر اسی لئے رکھی گئی ہے، وہ پروردگار عالم کا کلام مقدس ہے، اس لئے اس کا پڑھنا بھی اسلامی عبادت ہے، تراویح کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ بنایا ہے، اس کی وجہ سے قرآن سے اشتغال بہت ہی بڑھ جاتا ہے، اگر تراویح نہ ہوتی تو قرآن پر توجہ رمضان میں اتنی زیادہ نہ ہوتی، اسی تراویح کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا میں ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن پاک کو سناتے ہیں جس کی وجہ سے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین انتظام ہے۔

رمضان المبارک میں تراویح کا عمل ایک مفید اور دینی تقویت کا بہترین ذریعہ ہے نیز

اس کا قرآن مجید سے بہت گہرا تعلق ہے، اس میں قرآن مجید کے سننے اور سنانے کا ایسا زریں موقع حاصل ہوتا ہے جس سے سننے اور سنانے والے دونوں ہی بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں اور کلام الہی کو سننے اور سنانے میں رضائے الہی کا جو حصول ہے وہ دینی ترقی اور تقویت کا قیمتی ذریعہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس عمل سے قرآن مجید کی حفاظت کے عمل کو بڑی تقویت ملتی ہے اور ایمان والوں کو اس کی تقویت کا ذریعہ بننے کی سعادت ملتی ہے جس کی حفاظت کا اصلاً خود اللہ رب العالمین نے وعدہ فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

مسئلہ کی رو سے تراویح ایک سنت عمل ہے اور وہ جماعت کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہے اور رمضان کی خصوصیات میں داخل ہے، اس طرح وہ بہت اہمیت بھی رکھتی ہے، دین میں اس کی اہمیت اور حقیقت پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی نے ”ارکان اربعہ“ میں جو تحریر فرمایا ہے وہ اس کے مختلف پہلوؤں پر اچھی روشنی ڈالتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس امت میں تراویح کی حفاظت اور اس کے اہتمام کا جذبہ بھی پیدا فرمایا ہے، تراویح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن آپ نے تین دن پڑھ کر اس کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو، ابن شہاب (زہری) روایت کرتے ہیں مجھ سے عروہ (ابن الزبیر) نے بتایا وہ کہتے ہیں، مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار دیر سے رات میں اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ اور کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو شروع کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے، دوسرے روز جب آپ نے نماز پڑھی تو سب نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور اس کا چرچا ہوا، تیسری رات نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور سب نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو نمازیوں کی کثرت سے مسجد میں جگہ نہ رہی یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی صورت رہی۔ (صحیح بخاری)

آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرا رہے اور اس امت نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اس کی پوری حفاظت کی، یہاں تک کہ تراویح کی نماز تمام اہل سنت اور صالحین امت کی علامت بن گئی، اس کے علاوہ اس سے حفظ قرآن میں بھی بڑی مدد ملی، اس سلسلہ میں بعض ان ممالک کے ساتھ جو مرکز اسلام سے بہت دور تھے، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا، چنانچہ ہندوستان و پاکستان میں تراویح اور ختم قرآن کا جتنا اہتمام ہے اور عوام و خواص سب اس کے گردیدہ ہیں، یہ بات اس درجہ میں کسی اور ملک میں نہیں ملتی، یہاں محلہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بھی تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کم از کم ایک ختم ضرور ہوتا ہے، بڑی اور خاص مساجد میں کئی کئی ختم ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سنت کے التزام کی وجہ سے حفاظ کی تعداد میں بہت نمایاں اضافہ ہوا اور رمضان کی خاطر پورے سال قرآن مجید کے دور کا معمول بن گیا اور ایسے ایسے حفاظ پیدا ہوئے، جو حیرت انگیز کمالات رکھتے تھے اور حفظ قرآن کے شعبے میں غیر معمولی اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ (ارکان اربعہ بص ۹۲۲، ۸۷۲، از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل رمضان میں بیہتی اور ابن خزیمہ کے حوالہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ

آخر شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب فرمایا اور کہا کہ:

﴿قَدْ أَظْلَكُكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا﴾ "کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت عظیم برکت والا مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے شب قدر جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام یعنی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی فرماتے ہیں تراویح کے سلسلہ میں امت کا جو طرز عمل رہا ہے اور ائمہ دین نے اس کا اہتمام رات کے ابتدائی حصہ میں عشاء کی نماز کے ساتھ کیا ہے اور تہجد کا اہتمام اخیر شب میں۔ تراویح کی نماز جماعت سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات فقہائے صحابہ کے مشورے اور اتفاق سے مقرر کی، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے امامت کرائی اور انہوں نے اس میں قرآن مجید سنایا، اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے عملی طور پر پورا اتفاق ظاہر کیا اور اس کی وجہ سے یہ سنت ہر طرف عام ہو گئی اور یہ شرف و سعادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کہ اس عظیم سنت کا اجرا ان کے ذریعہ ہوا اور قرآن مجید زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا بھی یہ ذریعہ بنی اور حفاظ کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی، کہ وہ اس کے ذریعہ قرآن مجید کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے ہیں، صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اور دوسرے ائمہ و محدثین، علماء و فقہاء اور دین پر عمل کرنے والوں نے اس کا التزام کیا اور حریم شریفین میں بھی اس وقت سے تسلسل کے ساتھ تراویح پڑھی جاتی ہے۔ اور بیس رکعات پابندی سے پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید مکمل کئے جانے کا عمل جاری ہے اور قرآن مجید مکمل ہونے کے بعد یہ طریقہ برقرار رہتا ہے، اس طرح یہ دو الگ الگ سنتیں بھی ہوئیں، تراویح میں پورا قرآن

مجید سنا جائے اور پورے ماہ مبارک تراویح پڑھی جائے، اگرچہ تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے لیکن اتنی اہم سنت ہے کہ محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "ماہیت بالسنۃ" میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقابلہ کرے، تراویح اور اس کی جماعت نے وہ خصوصیت و امتیاز حاصل کیا کہ یہ اہل سنت و الجماعۃ کا شعار بن گیا، چنانچہ ردائف (شیعہ حضرات) اس سے پہلو تہی کرتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ ردائف کو عام طور پر قرآن مجید یاد نہیں ہوتا کیوں کہ تراویح کی خصوصی تاکید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ملتی ہے، اس لئے وہ (شیعہ) اس سے دلچسپی نہیں رکھتے، لہذا وہ اس کے فیض سے محروم ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور دیگر تمام صحابہ نے نل کر اس پر عمل کیا، اس کے مبارک اور عظیم ہونے کے لئے تمہاری بات ہی کافی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ اِحْسَانًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ (بخاری) "جو رمضان میں قیام تراویح کا اہتمام کیا، ایمانی جذبہ اور ثواب کی نیت سے اس کے اگلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس لئے تراویح اور تہجد کا معمول جو رمضان کی راتوں میں رہا ہے، وہ اسی ماہ مبارک کی خاصیت ہے رمضان بعد تہجد کی سنت اس طرح پورے سال باقی رہتی ہے اور یہی وہ عظیم سنت ہے جس کا التزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر و حضر دونوں میں کیا ہے جب اس میں کسی مشغولیت اور کسی سبب سے کمی رہ گئی، تو آپ ﷺ نے صبح اس کمی کو پورا فرمایا، آپ ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا کہ امت دشواری نہ پڑے، لیکن ترغیب دی اور شوق دلایا اور اس کی فضیلت بیان کی چنانچہ تہجد صالحین کا شعار بن گئی البتہ تمہارا پڑھی جانی بہتر ہے۔

## اعتکاف

(فضائل و مسائل)

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ☆ لَيْلَةُ الْقَدْرِ  
خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ☆ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ  
أَمْرٍ ☆ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ - (سورة القدر)

ترجمہ: ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا  
ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جس میں فرشتے اور روح القدس (جبرئیل علیہ  
السلام) اپنے رب کی اجازت سے ہر حکم کو لے کر اترتے ہیں، یہ رات سراپا سلامتی ہے، جو  
صبح ہونے تک رہتی ہے۔

وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتُنَا لِلطَّائِفِينَ  
وَالْقَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ - (البقرہ)

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے  
والوں اور اعتکاف بیٹھے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب  
پاک و صاف بنائے رکھو۔

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - (نسائی)

ترجمہ: جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید کے ساتھ قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ  
مِنْ رَمَضَانَ (بخاری: ۲۰۲۵)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

تمہید

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی دو چار دن پہلے کی بات ہے کہ ہم استقبالِ رمضان کی تیاریوں میں مصروف تھے اور رمضان کا انتظار کر رہے تھے، لیکن رمضان کا مہینہ آیا بھی اور اس کا پہلا عشرہ بہت تیزی کے ساتھ گزر گیا، دوسرا بھی گزرنے کے قریب ہے اور اسی طرح تیسرا عشرہ بھی گزر جائے گا، اور ہمارا حال کیا ہے کہ ہم معمول سے زیادہ کھانے اور معمول سے زیادہ سونے میں مشغول ہیں، اللہ رب العزت ہمیں معاف فرمائے اور رمضان کے بقیہ ایام کی صحیح طرح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان کی صحیح طرح سے قدر کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے آخری عشرہ میں اور ایک عبادت عطا فرمائی ہے جسے اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اعتکاف کی حقیقت

اعتکاف اصل میں ہے کیا؟ ایک مسلمان جب دنیا کے کام و دھندوں میں لگتا ہے تو اس کے دل پر غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے، اگرچہ وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے، روزے رکھ رہا ہوتا ہے، لیکن جس طرح اللہ رب العزت کی معرفت اسے حاصل ہونی چاہئے وہ نہیں ہوتی، تو دنیا کے کام و دھندوں کو چھوڑ کر مسجد کے ایک کونے کو پکڑ لیتا ہے، اور گویا زبان حال سے وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ اسے پروردگار جب تک تو مجھے معاف نہیں کرے گا میں اس دن تک نہیں چھوڑوں گا،

جب تک اپنی رحمت مجھ پر نازل نہیں کرے گا، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، یہ اعتکاف کی حقیقت ہے۔

### نزول قرآن کا آغاز اور اعتکاف

نبی کریم ﷺ کئی کئی دنوں کا توشہ لے کر غار حراء میں اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے، تنہائی آپ کو پسند ہو گئی تھی، اس عبادت اور ریاضت سے آپ اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اللہ رب العزت نے جبرئیل امین کے ذریعہ آخری امت کے لیے آخری کتاب کا پہلا سبق اسی غار حراء میں بھیجا۔

محققین نے بیان فرمایا کہ پہلی وحی کے نازل ہونے کے وقت نبی کریم ﷺ کی جو کیفیت تھی اسی کو رمضان بنا دیا گیا، آپ کئی کئی دنوں کا توشہ لے کر جاتے تھے، کم کھاتے تھے، کم پیتے تھے، بھوک پیاس کو بھی برداشت کرتے تھے، اور رمضان میں ایک مسلمان بندہ بھوک پیاس کو برداشت کرتا ہے، آپ وہاں عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے، تو رمضان میں مسلمانوں کی عبادت میں اضافہ ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے رمضان میں، لیکن غار حراء میں آپ تہجد کرتے تھے وہ تنہائی مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوتی، اس لیے اعتکاف کو مشروع کیا گیا تاکہ نزول قرآن کے وقت کی پوری کیفیات مسلمانوں کو حاصل ہوں۔

اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک ایک ادا مسلمانوں میں باقی رہے، اس لیے اعتکاف کو مشروع کیا گیا، دوسرے مذاہب میں رہبانیت کو عبادت سمجھا جاتا ہے، کہ بندہ سب چھوڑ چھاڑ کر کہیں جنگل میں چلا جائے، اسلام میں یہ پسندیدہ نہیں اور نہ یہ درست ہے، اور نبی کریم ﷺ کی اس تنہائی والی کیفیت کو بھی باقی رکھنا تھا، اس لیے اعتکاف مشروع کیا گیا کہ اس میں تنہائی ہو، لیکن ایسی مسجد میں جس میں پانچ وقت جماعت سے نماز

ہوتی ہوتا کہ نماز کے اوقات میں لوگوں سے ملنا جلنا ہو اور رہبانیت کی طرح غیروں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

## اعتکاف کی تعریف

اعتکاف عربی زبان کا ایک لفظ ہے، جس کے معنی ٹھہرنے اور اپنے آپ کو روک لینے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں، مسجد کے اندر (اعتکاف کی نیت کے ساتھ، اپنے آپ کو مخصوص چیزوں سے روک رکھنے کا نام ہے۔ (قاموس الفقہ: ۱/۲۰۷۱)

## اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) واجب، (۲) سنت مؤکدہ علی الکفایہ (۳) مستحب۔  
واجب: واجب اعتکاف کی دو قسمیں ہیں: (۱) کوئی شخص کسی شرط کے ساتھ منت مانے کہ اگر اس کا فلاں کام ہو جائے، تو وہ اس کی تکمیل پر اعتکاف کرے گا، تو اب اس کام کی تکمیل پر، اس کے لیے اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔

(۲) کوئی شخص مطلقاً یعنی بغیر کسی شرط کے اعتکاف کرنے کی منت مانے، مثلاً یوں کہے کہ وہ فلاں دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرتا ہے۔ یا فلاں دن اعتکاف کرنے کی منت مانتا ہے، تو اس صورت میں بھی اس پر اعتکاف واجب ہو جائے گا۔ واجب اعتکاف کم از کم ایک دن اور ایک رات کا ہوگا، اس کے لیے روزہ رکھنا بھی شرط ہے، بغیر روزہ کے واجب اعتکاف ادا نہیں ہوگا۔

سنت مؤکدہ علی الکفایہ: رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی محلہ یا گاؤں کی مسجد میں، رمضان کے آخری عشرہ کا ایک شخص بھی اعتکاف کر لے، تو سنت ادا ہو جائے گی اور اس محلہ یا گاؤں کا کوئی بھی شخص گنہگار نہیں ہوگا اور اگر ایک شخص نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو پورے محلہ اور گاؤں کے

لوگ اس سنت کے چھوڑنے کی وجہ سے گنگار ہوں گے۔

سنت مؤکدہ علی الکفایہ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے، جو شخص اس اعتکاف کو کرنا چاہتا ہے، وہ بیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور عید (شوال) کا چاند نکلنے تک مسجد میں محکف رہے، اب چاہے عید کا چاند آتیس کا ہو یا تیس کا اعتکاف مکمل ہو گیا۔

مستحب یا نفل: مستحب یا نفل اعتکاف یہ ہے کہ اس کی نیت کر کے، آدی چاہے تو ایک ہی منٹ کے لیے مسجد میں چلا جائے، مستحب اعتکاف ہو جائے گا، مستحب اعتکاف کے لیے روزے اور وقت وغیرہ کی شرط نہیں ہے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہو تو داخل ہوتے وقت، اعتکاف کی نیت کر لے اور جب تک مسجد میں رہے، لغو باتوں سے پرہیز کرے اور تلاوت، اذکار یا پھر نفل نماز وغیرہ میں مشغول رہے، یہ نفل اعتکاف شمار ہوگا۔

### اعتکاف کی حکمت

شریعت میں جس عبادت کے بھی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یا پھر جس عبادت کے کرنے پر حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اس میں حکیم و خبیر پروردگار نے بڑی حکمت و دانائی بھی رکھی ہے، اعتکاف بھی ایک قسم کی عبادت ہے، اعتکاف کی حکمت یہ ہے کہ محکف (اعتکاف کرنے والا) نماز باجماعت کا انتظار کرے، خود کو فرشتوں کے مشابہ بنانے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اعتکاف میں محکف اللہ کے تقرب کی طلب میں، اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سپرد کر دیتا ہے اور نفس کو اس دنیا کے مشاغل سے دور رکھتا ہے، جو اللہ کے اس تقرب سے مانع ہے جسے بندہ طلب کرتا ہے، اور اس میں محکف اپنے پورے اوقات میں حقیقی یا حکماً نماز میں مصروف رہتا ہے، اس لیے کہ اعتکاف کی مشروعیت کا اصل مقصد نماز باجماعت کا انتظار کرنا ہے، اور محکف اپنے آپ کو

ان فرشتوں کے مشابہ بنانا ہے، جو اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے، انھیں جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں اور رات و دن تسبیح پڑھتے ہیں، کوتاہی نہیں کرتے۔ (موسوعہ فقہیہ ۵: ۱۳۰)

اعتکاف کرنے کی جگہ

مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کریں، مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہوں پر مردوں کا اعتکاف درست نہیں ہوگا، مختلف کے لیے مساجد میں افضل مسجد: مسجد حرام، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ (فلسطین)، پھر ان کے شہر کی جامع مسجد، پھر محلہ کی مسجد جہاں بیچ وقتہ جماعت کا انتظام ہو یعنی وہ مسجد جس میں امام اور موذن ہو، خاتون اگر شادی شدہ ہو، تو اپنے شوہر کی اجازت کے بعد، اپنے گھر میں جس جگہ روزانہ نماز پڑھتی ہے، اسی جگہ پر اعتکاف کرے، اگر روزانہ ایک معین جگہ پر نماز ادا نہ کرتی ہو، تو وہ عارضی طور پر، ایک جگہ متعین کر لے اور اسی جگہ پر اعتکاف، نماز، تلاوت اور تسبیح واذکار کرے، گھر کے کام کاج اعتکاف کی حالت میں نہیں کر سکتی البتہ دوسروں کی رہنمائی کر سکتی ہے کام کاج کے سلسلے میں۔

اعتکاف کی بھی قضا ہے

اگر کوئی شخص واجب اعتکاف میں تھا اور اعتکاف کسی وجہ سے ٹوٹ گیا، تو اسے اس اعتکاف کی قضا کرنا ضروری ہے، قضا میں از سر نو ان تمام ایام کی قضا کرنی ہوگی، چتنے دنوں کی منت اس شخص نے مان رکھی تھی، کیوں کہ اس میں تسلسل ضروری ہے، اگر کوئی شخص رمضان کے آخری عشرہ میں سنت اعتکاف میں تھا اور اعتکاف کسی وجہ سے ٹوٹ گیا، تو صرف اس ایک دن کی قضا کرے، جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے، مگر احتیاط اس میں ہے کہ مکمل دس دن کی قضا کر لے، سنت اعتکاف ٹوٹ جانے کے بعد، باقی دنوں کا اعتکاف نفل شمار ہوگا، واضح رہے کہ نفل اعتکاف مسجد سے نکلنے ہی ختم ہو جاتا ہے، وہ ٹوٹنا نہیں، اس لیے اس کی قضا وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں۔

## اعتکاف کا تذکرہ قرآن مجید میں

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهَّرَا بَيْنِي لِلطَّائِفِينَ  
وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ (البقرہ)

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک و صاف بنائے رکھو۔

وَلَا تُبَاشِرُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ۔ (البقرہ: ۱۸۷)

ترجمہ: اور جب تم مسجد میں محتکف رہو تو بیوی سے صحبت نہ کرنا۔

### اعتکاف کا تذکرہ اور فضیلت احادیث مبارکہ میں

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِيزْرَةً وَأَخِي لَيْلَتَهُ  
وَأَيَّظَ أَهْلَهُ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیا کرتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ماہ رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے، اس کے علاوہ دوسرے ایام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ تہبند کس لیتے تھے، علمائے اس کے دو مطلب بتاتے ہیں، ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اردو کے محاورے میں محنت کا کام بتالے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ”خوبیا کر کس لو“ اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے

کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دوڑ رہتے تھے، کیوں کہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی، اور اعتکاف بھی ہوتا تھا پانچ<sup>وں</sup> لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں ملتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو آيَقَطْ اَهْلَهُ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضور اقدس ﷺ خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے، اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لیے جگاتے تھے، بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو، وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل و عیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

اعتکاف کے فضائل اور اجر و ثواب بہت ہی زیادہ ہیں، رمضان کے آخری عشرہ میں سنت اعتکاف ہوتا ہے، آخری عشرہ میں اعتکاف کے فضائل و برکات اس سے سمجھے جاسکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آنے کے بعد، ایک سال کے علاوہ، ہر سال بڑی پابندی سے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے، ایک سال اعتکاف چھوٹ گیا تو اگلے سال میں دنوں کا اعتکاف کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - يَغْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْأَخْرَمَ مِنْ رَمَضَانَ - (صحیح بخاری حدیث: ۲۰۲۵) یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ (شعب الایمان: ۸۰۳۶) جو شخص رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف کرتا ہے، تو (اس کا یہ عمل) دو حج اور دو عمرے کی طرح ہے (یعنی اسے دو حج اور دو عمرے کا ثواب ملے گا)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ اعْتَكَفَ اِيْمَانًا وَاِحْسَانًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ

مِنْ ذَنْبِهِ (فیض القدر ۲/۶) ترجمہ: جو شخص ایمان کی حالت میں، ثواب کی امید کرتے ہوئے اعتکاف کرتا ہے، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ محکف جب تک اعتکاف میں رہتا ہے، مسجد میں ہونے کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچا رہتا، جن کو وہ باہر رہ کر، کر سکتا تھا اور وہ اعمال جسے وہ مسجد سے باہر رہ کر کرتا تھا، جیسے: مریض کی عیادت اور جنازہ کی نماز میں شرکت، مگر اب اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا، تو اس کے نہ کرنے پر بھی محکف کو اس کا پورا ثواب ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَغْفِرُكَ الذُّنُوبَ، وَيَجْرِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا (ابن ماجہ: ۱۷۸۱) رسول اللہ ﷺ نے محکف کے سلسلے میں فرمایا: وہ گناہوں سے رکا رہتا ہے اور ان کی تمام نیکیاں ایسے ہی جاری رہتی ہیں، جیسے وہ ان ساری نیکیوں کو کر رہا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا، پھر ان کے بعد ان کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا۔ (بخاری: ۲۰۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، اور جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری: ۱۹۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جسم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیں گے، ایک خندق کی مسافت آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (الحکم الاوسط للطبرانی: ۷۳۲۶)

سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہوگی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

### اعتکاف کی غرض و غایت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ آخری عشرہ کا اعتکاف خاص طور پر لیلۃ القدر کی تلاش اور اس کی برکات پانے کے لیے فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (صحیح بخاری: ۱۸۸۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی اعتکاف کیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ آگے ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے دوسرے عشرہ کا بھی اعتکاف کیا اور ہم نے بھی کیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ مطلوبہ رات ابھی آگے ہے، چنانچہ آپ ﷺ بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: جو میرے ساتھ اعتکاف کر رہا تھا اسے چاہیے کہ وہ آخری عشرے کا اعتکاف بھی کرے مجھے شب قدر دکھائی گئی، جسے بعد میں بھلا دیا گیا یاد رکھو لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۰۲۷)

خلاصہ یہ ہے کہ اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے، نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلئے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیا ہے جو دیگر احادیث کی رو سے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں، لہذا بہتر تو یہی ہے کہ اس

آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت میں گزارنا چاہیے۔

### اعتکاف کے چند مسائل

مسئلہ: رمضان کے سنت اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے، محکم کو چاہیے کہ وہ بیسویں دن غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف والی جگہ پہنچ جائے۔

مسئلہ: جس محلے یا بستی میں اعتکاف کیا گیا ہے، اس محلے اور بستی والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگرچہ اعتکاف کرنے والا دوسرے محلے کا ہو۔

مسئلہ: آخری عشرے کے چند دن کا اعتکاف، اعتکاف نفل ہے، سنت نہیں۔

مسئلہ: عورتوں کو مسجد کے بجائے اپنے گھر میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

مسئلہ: سنت اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

مسئلہ: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں ایک سے زائد لوگ اعتکاف کریں تو سب کو ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ: مسنون اعتکاف کی نیت غروب شمس سے پہلے کر لینی چاہیے، اگر کوئی شخص وقت پر مسجد میں داخل ہو گیا لیکن اس نے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج غروب ہو گیا تو پھر نیت کرنے سے اعتکاف سنت نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اعتکاف مسنون کے صحیح ہونے کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) اعتکاف کی نیت کرنا۔ (۴) مرد کا مسجد

میں اعتکاف کرنا۔ (۵) مرد اور عورت کا جنابت یعنی غسل واجب ہونے والی حالت سے

پاک ہونا (یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کے لیے ہے لہذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف شروع کر دے تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ شخص گناہگار ہوگا)۔ (۶) عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا۔ (۷) روزے سے ہونا (اگر اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا)۔

مسئلہ: جس شخص کے بدن سے بدبو آتی ہو یا ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں، تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے، البتہ اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو جائز ہے۔

### اعتکاف کی حالت میں جائز کام

کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو گند نہ کیا جائے)، سونا، ضرورت کی بات کرنا۔ اپنا یا دوسرے کا نکاح یا کوئی اور عقد کرنا، کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا۔ تیل لگانا، کنگھی کرنا (بشرطیکہ مسجد کی چٹائی اور قالین وغیرہ خراب نہ ہوں)، مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا، نسخہ لکھنا، یاد دہانا دینا لیکن یہ سب کام بغیر اجرت کے کرنے تو جائز ہیں ورنہ مکروہ ہیں، برتن وغیرہ دھونا، ضروریات زندگی کیلئے خرید و فروخت کرنا، بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، کیونکہ مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں، عورت کا اعتکاف کی حالت میں بچوں کو دودھ پلانا، محکمف کا اپنی نشست گاہ کے ارد گرد چادریں لگانا، محکمف کا مسجد میں اپنی جگہ بدلنا، بقدر ضرورت بستر، صابن، کھانے پینے کے برتن، ہاتھ دھونے کے برتن اور مطالعہ کیلئے دینی کتب مسجد میں رکھنا۔

### ممنوعات و مکروہات

بلا ضرورت باتیں کرنا، اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا

اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات و رسائل یا اخبارات کی مجموعی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا، سننا۔ ضرورت سے زیادہ سامان مسجد میں لا کر بکھیر دینا۔ مسجد کی بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کا بے جا استعمال کرنا، مسجد میں سگریٹ دھونے، پینا، اجرت کے ساتھ حجامت بنانا اور بخوانا، لیکن اگر کسی کو حجامت کی ضرورت ہے اور بغیر مجاہدہ کے بنانے والا میسر نہ ہو تو ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حجامت بنانے والا مسجد سے باہر رہے اور محکمہ مسجد کے انداز۔

### فطری ضرورتیں

پیشاب، پاخانہ اور استنجہ کی ضرورت کیلئے محکمہ کو باہر نکلنا جائز ہے، جن کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

پیشاب، پاخانہ کیلئے قریب ترین جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اگر مسجد سے متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہیں ضرورت پوری کرنی چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو دور جا سکتا ہے، چاہے کچھ دور جانا پڑے، اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔ قضاء حاجت کیلئے جاتے وقت یاد اپسی پر کسی سے مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کیلئے ٹھہرنا نہ پڑے۔

### مسجد کی حد

اعتکاف کا اہم ترین رکن یہ ہے کہ اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود ہی میں رہیں اور حوائج ضروریہ کے سوا ایک لمحہ کے لئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلیں۔ کیونکہ ایک لمحہ کے لئے بھی شرعی عذر کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

عموماً معتقدین حدود مسجد کا مطلب ہی نہیں سمجھتے اور اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے جب کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلے یہ کام کرنا چاہیے کہ مسجد کے بانی یا متولی سے مسجد کے احاطہ کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کر لیں اور خوب اچھی طرح حدود مسجد کا مطلب سمجھ لیں۔ عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دے کر وقف کیا ہو، استیلاء کی جگہ نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام و موزن اور خادم صاحبان کے حجرے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، بلکہ یہ خارج مسجد ہوتے ہیں۔

وضو خانہ بھی مسجد کا حصہ نہیں ہوتا، اس لیے محکف کے لیے ضروری ہے کہ بغیر شرعی ضرورت کے وہاں نہ جائے۔

اسی طرح مسجد میں جوتے اتارنے کی جگہ، مسجد میں داخل ہونے کے ذریعے، بعض مسجدوں میں حوض بنا ہوتا ہے وہ حوض اور بعض مسجدوں میں جنازہ پڑھنے کی جگہ بنی ہوتی ہے وہ جگہ سب کے سب خارج مسجد کہلاتے ہیں۔

مسجد کی چھت مسجد ہی کا حصہ ہے اس لیے چھت پر جانا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ چھت پر جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو اگر باہر سے ہے تو جائز نہیں، اگر جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے۔

اللہ رب العزت رمضان المبارک کی صحیح طرح سے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔  
آمین رب العالمین۔

## بابرکت رات اور خوشی کا دن

رمضان المبارک کی بابرکت سائیں تیزی سے گزر رہی ہیں، آخری عشرہ جسے حدیث میں جہنم سے خلاصی کا عشرہ کہا گیا ہے، اس کی چند راتیں اور باقی رہ گئی ہیں، کتنے خوش نصیب اللہ کے وہ بندے ہوں گے جنہوں نے رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کر کے اپنی آخرت کو بنانے کی فکر میں روزوں اور تراویح کا اہتمام اور کار خیر میں نمایاں حصہ لیا ہوگا، اور اب وہ آخری عشرہ کی دلپذیر پہنچ کر اپنے رب کی بارگاہ میں خلاصی و مغفرت کے امیدوار ہوں گے، اسی عشرہ میں ایک وہ مبارک رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینوں کی عبادتوں کا ثواب اور رحمت ایزدی کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے کی رات ہے، لیکن یہ دولت کس کو ملے گی، کس کے حق میں جائے گی، وہی لوگ تو ہوں گے جنہوں نے اپنے خاندان کو محبت الہی سے سجایا ہوگا، اس کی کبریائی کا نغمہ ان کی زبان پر ہوگا، دن میں روزہ دار اور رات میں عبادت گزار ان کا طرہ امتیاز ہوگا، اور رضائے الہی کے حصول میں کبھی انہوں نے غفلت نہیں برتی ہوگی، آخری عشرہ کی طاق راتیں اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ انہیں میں سے کسی ایک رات میں اس مبارک رات کے سایہ فگن ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی کریم ہے، اپنے بندوں پر بڑی مہربان ہے، خصوصاً امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اس کے کریم کی بارش تو بے پناہ ہے اس ذات نے امت کو

”خیر امت“ کا لقب عطا فرمایا تو اسے ایسے امتیازات سے بھی نوازا جو دوسری امتوں کو حاصل نہیں ہیں، انہی میں سے شب قدر بھی ہے، اور عید سعید بھی، شب قدر کی بشارت تو ایسے وقت میں دی گئی، جب حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں پچھلی امتوں کی طویل عمروں کا تذکرہ آیا، اور ان کی عبادت و ریاضت سے بھرپور زہدانہ زندگی کا ذکر بھی کیا گیا، صحابہ کرامؓ یہ سن کر ذرا طول خاطر ہوئے، خیال آیا ہوگا کہ پھر اتنی نوازشیں کیسے ہوں گی؟ ادھر یہ خیال گذرا بعض صحابہ کرامؓ نے اس کا اظہار بھی کیا، ادھر رحمت الہی کو جوش آ گیا اور اس رحمت بجزی رات کا ہدیہ پیش کیا گیا، اب اپنی کوشش ہے، حوصلہ ہے اور دامن دل کی وسعت ہے۔

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن لیکن اپنا اپنا دامن

یہ رات بھی اپنی نیرنگیوں کے ساتھ گذر جائے گی، اس کے بعد اس مالک نے رمضان المبارک کے اختتام پر ایک رات دی ہے، جسے عید کی رات کہا جاتا ہے، وہ رات بھی بڑی مبارک ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اپنے بندوں کو اپنے جلو میں لینے کے لئے بے تاب ہوتی ہے، حدیث میں آتا ہے وہ رات مغفرت کی رات ہوتی ہے، انعام کی رات ہوتی ہے، لیکن وہ رات عید کے چاند کو دیکھنے اور سامان عید کی فکر میں گذر جاتی ہے، اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ اس رات کو بھی اتنی ہی اہمیت حاصل ہے، اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کا کریم اتنی قوت سے جاری ہوتا ہے، اور انہیں پکار پکار رحمت حق کے سایہ میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے، لیکن آنکھ ہو تو دیکھیں، کان ہو تو سنیں، اور دل ہو تو سمجھیں، فکر اس رات کی بھی ہونی چاہئے مگر افسوس اس کا ہے کہ ستائیسویں شب کو سب اہتمام کے بعد جیسے کلی طور پر اپنے آپ کو فارغ کر لیا جائے، خواتین بازاروں میں امنڈ پڑتی ہیں، بے حجاب گھومتی ہیں، زینت و آرائش کے سامان خریدتی ہیں، اور اس طرح مقدس رات کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب رمضان سے آزادی مل گئی، روزوں اور تراویح کی بیڑیاں کٹ

گئیں، خوشی اس کی کہ اب دن میں کھائیں گے، سوئیوں سے ضیافتیں ہوں گی، بے مہار زندگی کو جو تھوڑا سا قرار آ گیا تھا پھر وہ اپنی روش پر آ جائے گی۔

اگر عید کی خوشی اسی جذبہ کی غماز ہے تو پھر سمجھنا چاہئے کہ عید کا حق ادا نہیں ہوا، اس نے مالک کا شکر ادا نہیں کیا، وہ نفس کا بندہ ہے اور شہوت کا اسیر، خدا کے حضور میں حاضر ہوگا تو بڑا مفلس ہوگا اور بڑا فقیر۔

عید تو اس لئے ہے کہ اس مالک کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں ایک عظیم فریضہ کی ادائیگی کی توفیق سے نوازا، اور ایسا مہینہ عطا فرمایا جس میں پورے سال کی کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: إِذَا سَلِمَ رَمَضَانَ سَلِمَتْ السَّنَةُ (جب رمضان المبارک خدا کی نافرمانیوں کی باتوں سے محفوظ گزر جائے تو پورا سال (نافرمانیوں) سے محفوظ ہوگا) اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہلال عید کو دیکھتے ہی ہماری کتاب زندگی میں کیسے نقوش ابھر رہے ہیں، کہیں کوئی داغ دھبہ تو نہیں آرہا ہے، اگر آرہا ہے تو پھر یہ سمجھنا چاہئے کہ رمضان المبارک کی کسوٹی پر ہم پورے نہیں اتر رہے ہیں۔

عید خوشی کا دن ہے

خوشی کا اظہار پسندیدہ ہے، اسی لئے خوش پوشی اور خوش وضعی حدود کے اندر مستحسن قرار دیے گئے ہیں، لیکن حدود سے تجاوز کرنا اور غیروں کی نقالی میں عید کی خوشیوں کو ترتیب دینا اور اس میں اسراف کی حد تک صرف کرنا، عید ملن کی تقریبات کے لئے جبری چندہ وصول کرنا، خوشی کے اظہار کے لئے غباروں، چنگون، اور آتشیں پٹاخوں کا سہارا لینا، مخلوط بزمیں منعقد کرنا، پارکوں میں بے جا بانہ گھومنا، اٹیچمنٹوں کے سامنے کھڑے ہو کر فوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی تصویریں کھینچانا، بلیوں میں شور مچانا، یہ قطعاً مناسب نہیں ہے۔

بجی وہ باتیں ہیں جو غیروں کے خوشی کے اظہار کا اہم عنصر ہیں، لیکن بندہ مومن کا دل

تو آج کے دن اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی کبریائی کے زمزموں سے معمور ہوتا ہے، اس کی زبان پر اللہ اکبر اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے) کے نغمے ہوتے ہیں، وہ پھولتا نہیں، اتراتا نہیں، زرق برق لباس پہن کر بھی خود پسندی خود نگری، خود ستائی، اور عجب میں گرفتار نہیں ہوتا ہے، وہ اللہ کا بندہ ہے، اس کا امتیاز تو واضح ہے، خاکساری ہے، اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی، خوش اخلاقی، اور تواضع کا معاملہ اس کا شیوہ ہے، لہذا حقیقی خوشی یہ نہیں کہ ہم اچھے لباس پہن لیں، ضیافت کا اچھا سامان کر لیں، مٹھائیوں کے تنوع سے گھر کو سجالیں، بلکہ حقیقی خوشی یہ ہے کہ اس دن کتنے مایوس یتیم بچوں اور بے نوا بوڑھی عورتوں، بے کس بیواؤں، بے سہارا بچیوں کی ہم نے کس قدر فکر کی ہے، اور ان کی خوشی کا کہاں تک اہتمام کیا ہے۔

عید اصل میں کردار سازی کی دعوت دیتی ہے، اور حقوق انسانی کی ادائیگی کا سبق سکھاتی ہے، اگر عید کی مسرتوں میں ہمسایہ اور نادار بچوں کی فریادیں ہمارے دل و دماغ کو متاثر نہ کر سکیں تو ہماری یہ خوشیاں ہمارے ضمیر پر بوجھ ہوں گی۔

حضرت علیؑ کو کچھ لوگ خلافت کے زمانہ میں عید کی مبارک بادینے گئے تو دیکھا کہ جو کے سوکھے گلے کھا رہے ہیں، آنے والوں نے کہا حضرت! آج تو عید کا دن ہے، یہ سن کر حضرت علیؑ نے سرد آہ بھری اور فرمایا: ”جب دنیا میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جن کو یہ گلے بھی میسر نہیں تو ہمیں عید منانے کا کیوں کر حق حاصل ہے۔“ پھر فرمایا: ”عید تو ان کی ہے جو عذابِ آخرت اور مرنے کی سزا سے چھٹکارہ پا چکے ہیں۔“

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد کی روشنی میں ذرا اپنا جائزہ لیں تو یہی حقیقت خود بخود سامنے آجائے گی، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ عید دائمی خوشی اور ابدی سکون کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

## عید الفطر کا پیغام

آج عید کا دن ہے، خوشیوں اور مسرتوں کا دن، نئے خوبصورت، رنگارنگ کپڑوں نے ایک سماں باندھ دیا ہے، بڑے چھوٹے، جوان، بوڑھے، معصوم بچے، مرد اور عورت ہر ایک کے چہرے کھلے ہوئے، ایک دوسرے کو مسکراہٹوں کی سوغات پیش کرتے ہوئے، سیویاں اور شیر خور ماکی تو گویا برسات آگئی، بڑے ایک دوسرے سے بغل گیر ہیں اور ننھے ننھے بچے گلی کوچوں میں بلبل کی طرح چہچہا رہے ہیں اور رنگین و خوبصورت تیلیوں کی طرح مچلتے پھر رہے ہیں، لیکن عید کا حاصل کیا صرف یہی ہے؟ کیا عید محض ایک ساعت مسرت ہے جو آئے اور گزر جائے؟ شاید ایسا نہیں! اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ عمل سے پیغام دیتا ہے، عبرت و موعظت کے پہلوؤں کی طرف انسان کو متوجہ کرتا ہے اور زندگی کے ہر واقعہ کو مشعل راہ بنا دیتا ہے، جس کی روشنی سے اندھے بھی دیکھنے لگیں اور لنگڑے بھی چلنے لگیں، عبادت و بندگی ہو یا لوگوں کے باہمی معاملات، اسلام کا ہر طریقہ ایک بولتا ہوا عمل ہے کہ بہرہ بھی اس کو سننے سے محروم نہ رہے۔

عید بھی سراپا ”پیغام“ ہے، دعوت ہے، عید سب سے پہلے ہمیں اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کو خوشی اور مسرت کے لمحات کس طرح گزارنے چاہئیں، غور کیجئے کہ مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا کوئی دن نہیں، لیکن نہ رقص و سرود ہے، نہ نغمہ و رباب ہے اور نہ مستی و شراب، نہ پٹاخوں کی اودھم بازی، نہ نعروں کا شور و فوغا، نہ آتش بازیوں کا سیلاب،

بلکہ ہر مسلمان صبح دم اٹھتا ہے، نماز فجر ادا کرتا ہے، پھر نہاتا ہے، صاف ستھرے اور میسر ہوں تو نئے کپڑے پہنتا ہے اور شانہ بہ شانہ عید کے لئے رواں دواں ہے، نگاہیں جھکی ہوئیں اور زبان پر اللہ کی کبریائی اور حمد و ثناء کے کلمات، عید گاہ پہنچ کر دو گانہ ادا کرتا ہے، اور اپنی پیشانی خدا کے سامنے فرش پر رکھ کر اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے، خوشی کے مواقع پر آدمی میں کسی قدر کبر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے بار بار اپنی بڑائی کی نفی اور خدا کی بڑائی کا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اصل صاحب ایمان وہ ہے کہ جو خوشی و مسرت کے وقت اترائے نہیں، اس کی گردن تواضع کا مظہر ہو، اس کی زبان پر اپنی بڑائی کا کلمہ نہ ہو، بلکہ وہ خدا کے سامنے جھکتا ہوا ہو، خوشی نے اس کے تواضع و انکسار کو بڑھایا اور اپنی بڑائی کے احساس کو گھٹایا ہو، اور اس وقت بھی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس کی پیشانی خدا کی چوکھٹ پر خم، شادی بیاہ ہو، بچہ کی پیدائش ہو، نیا مکان خدا نے دیا ہو، دکان اور روزگار کا سامان میسر آیا ہو، کوئی بات خوشی کی پیش آئی ہو، تو مسرت کے اظہار کا وہی طریقہ اللہ کو پسند ہے کہ مومن کا سر شکر کے جذبے سے سرشار ہو کر خدا کے سامنے جھک جائے اور اس کی زبان اللہ کے ذکر و حمد و ثناء سے تر ہو، عید مسلمانوں کے لئے اجتماعیت اور وحدت کا پیغام بھی ہے، مال دار ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، فرماں روا ہو یا رعایا، سماج کا معزز اور معروف شخص ہو یا کوئی معمولی اور غیر معروف آدمی، گورا ہو یا کالا اور عربی ہو یا عجمی، ایک ساتھ شانہ بہ شانہ خدا کے حضور کھڑے ہیں، اور اس کے کرم کے سوا کوئی امتیاز نہیں، یہاں کوئی امتیاز نہیں، خدا کے دربار میں سب برابر ہیں، علامہ اقبال کے الفاظ میں

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے وحدت کا اور کیا پیغام ہوگا؟

یہ سب مسلمان ہیں، کلمہ توحید پڑھنے والے محمد رسول اللہ ﷺ کے دامنِ نبوت سے وابستہ، آخرت پر سب کا یقین، قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے، جیتے اور مرے ایک کلمہ کے حامل، فکر و نظر کا کچھ اختلاف ضرور ہے لیکن اس کے باوجود آج یہ شانہ بہ شانہ ساتھ قدم قدم کھڑے ہیں، کاش! دوسرے دنوں میں بھی اس وحدت ملی کو محسوس کریں اور سوچیں کہ کس قدر دین کی بنیادی باتوں میں ان کے درمیان اشتراک و اتفاق ہے اور اگر کچھ اختلاف ہے تو اس لائق ہے کہ ان کو نظر انداز کیا جائے اور ایک دوسرے کی رائے کے احترام کے ساتھ ان کو برداشت کیا جائے۔

عید ہمیں اس بات کی یاد دلاتی ہے کہ وہ خوشی خوشی نہیں، جس میں پورے صلح کو شامل نہ کیا جائے، آپ کے گھر میں مسرت کا چراغ جلے، بلکہ چراغاں ہو، اور آپ کا بڑا ہی غم کی تاریکیوں میں ڈوبا ہو، اس سے زیادہ نامبارک کوئی مسرت نہیں ہوتی، اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے نماز عید الفطر کے ساتھ ساتھ صدقہ الفطر کا بھی حکم دیا ہے کہ ہر صاحبِ گنجائش مسلمان پر اپنی اور اپنے زیر پرورش لوگوں کی طرف سے کیوں کی ایک خاص مقدار (پونے دو کلو) یا اس کی قیمت اپنے غریب بھائی کو پہنچائے، اور عید سے پہلے پہلے پہنچا دینے کی کوشش کرے تاکہ سماج کے غریب اور پریشان حال لوگ بھی عید کی خوشی میں شامل ہو سکیں، صدقہ الفطر ایک علامتی عمل ہے، یہ صرف عید ہی کے دن کے لئے مخصوص نہیں، یہ اس بات کی تعلیم ہے کہ مسلمانوں کو اپنی ہر خوشی میں صلح کے غریب بھائیوں کو بھی شامل کرنا چاہئے، خوشی ادھوری اور ناکام ہے جو اپنے گھر تک محدود ہے اور جس میں اپنے پڑوسیوں کو شامل نہ کیا گیا ہو، جن کو خدا نے آپ کی نگاہِ لطف کا مستحق بنایا ہے۔

اس لئے اسلام میں بچہ کی پیدائش کے ساتھ حقیقہ اور شادی کے موقع سے صلح رکھا

گیا ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدترین ولیدہ ہے جس میں سماج کے غریب لوگوں کو شریک نہ رکھا جائے، مسلمان وہ ہے جسے دوسروں کی فکر ترپاتی ہو، جس کو دوسروں کی پریشانی بے قرار کر دیتی ہو، جس کے لئے دوسروں کا غم اپنا غم بن جاتا ہے، جو دوسرے بھائیوں کے درد کی کسک اپنے دل میں پاتا ہو، اسے اپنی لڑکیوں کے ساتھ دوسرے غریب بھائیوں کی لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ بھی متھکر رکھتا ہو، اسے اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قوم کے دوسرے بچوں کی تعلیم کی فکر بھی بے چین رکھتی ہو، جوان یواؤں، یتیموں اور بیماروں کے لئے بھی اپنے دل کو بے سکون پاتا ہو، جن کے یہاں رات فاقوں سے گزرتی ہے اور جو اپنی بنیادی غذا اور دوا کے لئے بھی کسی نگاہ کرم کے منتظر ہیں، عید اپنی زبان سے بے زبانی سے ہر شخص کو یہ پیغام دیتی ہے، کاش! ہم اسے دل کے کانوں سے سن سکیں اور اس پر عمل کریں۔

## حقیقی خوشی اور مسرت عید الفطر کے تناظر میں

اونچا ہلال کی طرح ہے مقام عید  
 اوج فلک ہے یعنی بلندی بام عید  
 ہے چرخ پر ہلال زمیں پر مسرتیں  
 ارض و سما میں جاری ہے کیا فیض عام عید  
 اس دور ہاؤ ہو میں مفتوں کی ہے دعا  
 مخلوق کو نصیب ہو عیش دوام عید

آج کا دن یہ وہ مبارک دن یہ جو رحمت و برکت کا مظہر بھی ہے اور مسلمانوں کے لئے  
 قومی جشن تہوار کا بھی، دنیا میں بسنے والا ہر انسان فطری طور پر مسرت خوشی کا متلاشی رہا ہے،  
 جس دن کو وہ سارے غم و اندوہ کو بھلا کر اپنے قومی جشن کی یادگار سمجھ کر اپنے رسم و رواج کے  
 مطابق مناتا ہے، کسی میں لہو و لعب رنگ غالب ہوتا، کوئی شراب و کباب کی مستی سے لطف  
 اندوز ہوتا ہے، تو کوئی ناچ گانے میں گس رہتا غرضیکہ منانے کے ایام اور ان کے طور  
 طریقے ہر قوم کی تہذیب کا ترجمان اور اس کی ثقافت کے نماز ہوتے ہیں۔

عید الفطر یہ ایک مبارک خوشی کا دن ضرور ہے مگر اس کی نوعیت کچھ اور ہی ہے، ایک ماہ  
 کے روزہ کے بعد بندہ کو نجات مغفرت کا پروانہ اس کے رب کے حضور ملتا ہے، چنانچہ امام  
 بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ”جب عید کا دن

ہوتا تو حق تعالیٰ شانہ اپنے روزہ دار بندوں کے ساتھ فرشتوں میں فخر فرماتے ہیں اور دریافت فرماتے ہیں، اے میرے فرشتوں ایسے حرور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں اے پروردگار اس کا بدلہ بھی ہے کہ اس کا ثواب اسے پورا دیا جائے، پھر فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں اور بندیوں کا بدلہ کیا ہے جنہوں نے میرے اس فریضہ کو پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب پھر دعا کے لئے، گڑگڑانے کے لئے نکلے ہیں، میری عزت و جلال کی، میری بخشش و بلندی کی اور میرے اپنے بلند مرتبے کی قسم میں ضرور ان کی دعائیں قبول کروں گا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ میں نے بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو حسنت سے بدل دیا، آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وہاں سے بخشے بخشائے لوٹتے ہیں۔

جس طرح ایک طالب علم سال بھر میں محنت و کد و کاوش کے بعد امتحان دیتا ہے تو اس کو نتیجے کا شدید انتظار رہتا ہے اور وہ اپنی کامیابی معلوم کر کے خوشی و مسرت سے پھولے نہیں ساتا، اسی طرح عید الفطر کا دن بھی عینہ بھر کی محنت کے اجر ملنے کا دن ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں اس کے بہت سے نام ہیں وہیں اس کا نام ”یوم مغفرۃ الذنوب“ بھی ہے۔ یعنی گناہوں سے بخشش کا دن یہ عید کے عظیم الشان دن کی وہ اہمیت و فضیلت ہے جو اس کی رحمت و مغفرت اور خیر و برکت کی آئینہ دار ہے۔ اسی طرح اسے یوم الجائزہ، انعام کا دن بھی کہا جاتا ہے۔

عید الفطر کا دن جس میں خدائے ذوالجلال نے بہشت کو پیدا فرمایا، طوبیٰ کا بابرکت درخت اس میں نصب کیا، جبرئیل کو پیغام خداوندی ملے جانے کے واسطے عید کا دن منتخب کیا، فرعون کے جادوگروں نے عید کے دن نور ہدایت پایا اور مالک حقیقی نے انہیں بخشش سے نوازا۔ آج یہ دن ان لوگوں کے لئے پیغام مسرت ہے جنہوں نے اس بابرکت مہینے

رمضان المبارک کی قدر کی، دنوں میں روزہ دار اور راتوں میں شب بیدار رہے، تلاوت قرآن پاک کے ذریعہ اپنے مالک سے رشتہ استوار کیا، جھوٹ، کینہ، بغض، عداوت، نفرت، حسد، چغلی اور دیگر برائیوں سے بچتے رہے اور ایک مہینہ پورے استحضار اور تہ کرے کے ساتھ گزارا، ان کے لئے یہ دن حقیقی مسرتوں، شادمانیوں، کیف و سرور اور انبساط کا ہے اور جنہوں نے اس مہینے کو پامال کیا، حکم الہی کو توڑا ان کے لئے ان مسرتوں کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے، فَسُوا اللّٰهَ فَاَنْفُسَهُمْ اَنْفُسَهُمْ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو فراموش کیا تو نتیجتاً انعام و اکرام کے وقت اپنے آپ کو فراموش کر دیا۔

عید کی خوشی زرق برق لباسوں میں نہیں، نوع بنوع کی سویوں میں نہیں، دوستوں کے اژدہام و کثرت میں نہیں، عظیم الشان اجتماع میں نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ ہلال عید کا استقبال ہم نے اس مالک کے بتائے ہوئے طریقے پر کیا ہے، یاد دنیا کی ریت و رسم و رواج کے مطابق نئے نئے جوڑے تیار کرنے میں، کھانے پینے کی اشیاء کی فراہمی میں، عید کارڈ کی ترسیل میں، پیسہ اور وقت صرف کر کے کیا ہے، اور پھر عید گاہ پہنچ کر دو گانہ ادا کر کے فلمستانوں پر لمبی قطاریں لگا کر اور پارکوں میں جا کر وقت گزارنے سے کیا ہے، بلاشبہ یہ دوسرا طریقہ عید کی کیف و مسرت کو پراگندہ کرنے والا ہے، اور ایک مومن کا شیوہ نہیں کہ وہ آلودہ عصیاں ہو، لہذا یاد رکھئے آج کا دن جس طرح روزہ رکھنے والوں کے لئے امن و امان اور نیک پیغام کا دن ہے اسی طرح خدا کے نافرمانوں کے لئے عبرت، عداوت اور محرومی کا دن ہے۔

روزہ کا مہینہ اس کے بعد عید کا یہ دن ہمیں زندگی اور موت کے بعد آنے والی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نیک لوگوں کی زندگی دنیا میں ایک آزمائش ہوتی ہے اور موت کے بعد دائمی مسرت اس کے حصہ میں آتی ہے، ایک مہینہ کی نفس کشی اور مجاہدہ کا یہی وہ اہم

سبق ہے جو عید کی شکل میں ہم کو دیا گیا ہے۔

یاد رکھئے۔ خوشی کے اس مبارک دن میں خدا کی نظر میں اس کی خوشی خوشی نہیں جو ضرور تمندوں، مسکینوں، بیگسوں، ناداروں، پڑوسیوں اور شہر والوں کو بھلا کر بزم مسرت سجاتا ہو، اس لئے آج کے دن صدقہ فطر کو واجب قرار دیا گیا، جو صدقہ فطر ادا نہیں کرتا اس کا روزہ معطل ہوتا ہے، اسلام نے اس دن کو سرتا پابعدت اور انس و محبت کی آماجگاہ بنایا ہے، یہ اس نے آج خوشی کا حق دیا لیکن اس کی بھی تلقین کی کہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے، لہذا عید الفطر ہمیں اس حقیقت کی بھی یاد دلاتی ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد ایک ایسے معاشرہ اور سماج کی تشکیل کرنا ہے جس میں انسان محسن بن کر جینے اسی طرح ہر فرد نہ یہ کہ صرف ظاہر اوصاف اور پاکیزہ رہے بلکہ دوسروں کی زندگی کو بھی مکمل حسین اور دلکش بنائے، یاران وطن کی خدمت کرنا، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا، اپنی خوشیوں کا اہم حصہ جانے، عید اہل میں کردار سازی کی دعوت دیتی ہے، اور حقوق انسانی کی ادائیگی کا سبق سکھاتی ہے، اگر عید کی مسرتوں میں ہمسایہ اور نادار بچوں کی فریادیں ہمارے دل و دماغ کو متاثر نہ کر سکیں تو ہماری یہ خوشیاں ہمارے ضمیر پر بوجھ ہوں گی۔

ایک بار محسن انسانیت محمد اکرم عالم ﷺ عید کی نماز کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، مدینہ کی گلیوں میں ننھے ننھے بچے، نئے کپڑے پہنے ہوئے عید کی خوشیاں منا رہے تھے، بچوں کے جھرمٹ میں ایک بچہ نہایت غمگین اور ادا اس بیٹھا تھا، حسرت و یاس کے آثار اس کے معصوم اور کوئل چہرہ پر نمودار تھے، آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، گندے اور میلے کپڑوں میں نہ جانے وہ کیا سوچ رہا تھا، تاجدار مدینہ یہ منظر دیکھ کر حیران و بے قرار ہو گئے، اس بچے کے پاس تشریف لے گئے، فرمایا، پیارے بچے اپنے کھیل رہے ہیں، اور تم خاموش کس فکر میں غرق ہو، سب عید کی خوشیوں میں مست اور تم ایک طرف ست کھڑے ہو، آخر کیا بات

ہے، تجھے کیا ہو گیا ہے تو فکر میں کیوں ڈوبا نظر آتا ہے یہ بتا تو کون ہے؟ بچے نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، "انا یتیم" میں یتیم ہوں، میرے ماں باپ زندہ نہیں، میرے پاس مال و دولت نہیں، میرے پاس گھر بار نہیں، میرا اس دنیا میں کوئی غمخوار نہیں، کس پر ناز کروں، پھر کیسے خوشیاں مناؤں۔

دل اگر فارغ نہ ہونا ساز ہے ساز نشاط

عید کے دن رنج بڑھتا ہے دل مجبوس کا

رحمت عالم ﷺ کا دل یہ سن کر پارہ پارہ ہو گیا، آپ بے چین ہو گئے، بچہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، حضرت عائشہ سے فرمایا، اسے نہلاؤ، نئے کپڑے پہنا کر عطر لگا دو، اور ارشاد فرمایا، پیارے آج سے محمد تیرا باپ ہے اور عائشہ تیری ماں، فاطمہ تیری بہن ہے اور حسنین تمہارے بھائی ہیں، یہ سننا تھا کہ بچہ باغ باغ ہو گیا، اور خوشی سے جھوم اٹھا تھوڑی دیر پہلے جو بچہ مایوس تھا وہ فرط مسرت سے بے خود اس احساس میں ڈوبا ہوا تھا، آج ہے کسی کا باپ جو میرے باپ کی طرح ہو، کسی کی ماں ہے جو میری ماں کی طرح ہو، کون ہے جو میرے بھائیوں کے مثل ہو۔

صحیح ہے اگر آپ ﷺ یتیموں کی غمخواری اور بیواؤں کی دادرسی نہ فرمائے ہوتے تو آج ان کا پرسان حال کون ہوتا، وہ لوگ جو عید کو یوم مسرت کے طور پر مناتے ہیں، انہیں اس حقیقت کی طرف توجہ کرنی چاہئے، آئیے آج ہم ملک و قوم کی سلامتی کے لئے خدا کے دربار میں دعا کریں اور خوف خدا غریبوں کے ساتھ ہمدردی کی صفت اور بھلائی کا جذبہ پیدا کریں۔

## چند دعائیں

جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں

اللَّهُمَّ أَهْلَهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ،  
رَبِّي وَرَبِّكَ اللَّهُ، هَلَالَ رُشْدٍ وَخَيْرٍ

افطار سے پہلے کی دعا

يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْ لِي

افطار کی دعا

اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

يَا

ذَهَبَ الظَّمْأُ وَأَبْتَلَّتْ العُرْوَةُ وَوَقَّبتِ الأَجْرُ إن شاء الله

جب کسی کے یہاں افطار کرے تو یہ دعا پڑھے

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ الْآبْرَارُ

وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھیں

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ  
وَالْعِظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ  
سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ  
سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ  
اللَّهُمَّ اجْزِنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيبُ يَا مُجِيبُ يَا مُجِيبُ  
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

---

جب اعکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوں  
بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ  
وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ

---

شب قدر کی دعا

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

